قادیانیوں کے بارہ میں

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

www.KitaboSunnat.com

- مسٹر جسٹس سفر عالم
- مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق
- مسٹر جسٹس عبد القدوس ہاشمی
- مسٹر جسٹس غلام علی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

قادیانیوں کے بارہ میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

123
32

- مسٹر جسٹس سفر عالم
- مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق
- مسٹر جسٹس عبد القدوس ہاشمی
- مسٹر جسٹس غلام علی

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

www.kitabosunnat.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نام کتاب: قادیانیوں کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

مسٹر جسٹس فخر عالم (چیف جسٹس)

مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق

مسٹر جسٹس مولانا ملک غلام علی

مسٹر جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

مترجم : جناب محمد بشیر ایم. اے

صفحات : ۱۵۲

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : جنوری ۲۰۱۳ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

وفاقی شرعی عدالت، اسلام آباد کی اجازت سے اردو دان حضرات کی خدمت میں فاضل عدالت کے قادیانیوں کے بارے میں مکمل فیصلے کا اردو ترجمہ مترجم جناب محمد بشیر صاحب پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اپنی حد تک اس کی صحت کا پورا اہتمام کیا ہے۔ تاہم معزز قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اگر کوئی اصلاح طلب چیز دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔ انشاء اللہ!

اس میں پیش آمدہ حوالہ جات قادیانی کتب کے جدید ایڈیشنوں کے لگا دیئے ہیں تاکہ تلاش تقابل میں آسانی ہو اور اس سے استفادہ زیادہ سہل ہو جائے۔ اسے محض تبلیغ کے نقطۂ نظر سے شائع کیا جا رہا ہے۔

مرکزی ناظم نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، صدر دفتر ملتان (پاکستان)

وفاقی شرعی عدالت میں

(اصل دائرۂ کار)

مسٹر جسٹس فخر عالم — چیف جسٹس
مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق
مسٹر جسٹس مولانا ملک غلام علی
مسٹر جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی

چیف جسٹس

شریعت پٹیشن نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۴ء

مجیب الرحمٰن
اور تین دیگر — درخواست دہندگان

بنام

وفاقی حکومت پاکستان
بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان — مدعی علیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریعت پٹیشن نمبر ۲/ایل ۱۹۸۴ء

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد
اور ایک دوسرا
— درخواست دہندگان

بنام

اٹارنی جنرل، اسلامی جمہوریہ پاکستان — مدعی علیہ

برائے درخواست دہندگان:
(شریعت پٹیشن نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۴ء)
مسٹر مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ
(یکے از درخواست دہندگان)

برائے درخواست دہندگان:
(شریعت پٹیشن نمبر ۲/ایل ۱۹۸۴ء میں)
کیپٹن (ر) عبدالواجد
(یکے از درخواست دہندگان)

منجانب مدعی علیہ:
حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ
مسٹر ایم۔بی۔زمان ایڈووکیٹ
ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ

تاریخ سماعت:

۱۵/۷/۱۹۸۴ء	۱۶/۷/۱۹۸۴ء
۱۷/۷/۱۹۸۴ء	۱۸/۷/۱۹۸۴ء
۱۹/۷/۱۹۸۴ء	۲۲/۷/۱۹۸۴ء
۲۳/۷/۱۹۸۴ء	۲۴/۷/۱۹۸۴ء
۲۵/۷/۱۹۸۴ء	۲۶/۷/۱۹۸۴ء
۲۹/۷/۱۹۸۴ء	۳۰/۷/۱۹۸۴ء
۳۱/۷/۱۹۸۴ء	۱/۸/۱۹۸۴ء
۲/۸/۱۹۸۴ء	۵/۸/۱۹۸۴ء
۶/۸/۱۹۸۴ء	۷/۸/۱۹۸۴ء
۹/۸/۱۹۸۴ء	۱۱/۸/۱۹۸۴ء
۱۲/۸/۱۹۸۴ء	

تاریخ فیصلہ: ۱۴/۸/۱۹۸۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ!

فخر عالم چیف جسٹس

آرڈی ننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء جو قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی (ممانعت اور سزا) کا آرڈی ننس مجریہ ۱۹۸۴ء کہلاتا ہے۔ گزٹ آف پاکستان کی (غیر معمولی) اشاعت مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس آرڈی ننس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ء) مجموعہ ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ مجریہ ۱۸۹۸ء) اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۳ء کی بعض دفعات میں ترمیم کر دی۔

۲...... قادیانی لوگ جو قادیان کے مرزا غلام احمد (جنہیں بعد میں مرزا صاحب کہا جائے گا) کے پیروکار ہیں، دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ تاہم دونوں گروہ احمدیوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

۳...... ایک گروہ جو عموماً قادیانی گروہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مرزا صاحب مہدی معہود، مسیح موعود اور پیغمبر تھے۔ لاہوری گروہ کہتا ہے کہ وہ مجدد، مہدی معہود اور مسیح موعود تھے۔

۴...... دو درخواستیں، ایک قادیانی گروہ کے چند ارکان کی جانب سے اور دوسری لاہوری گروہ کے دو ارکان کی جانب سے بمطابق نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۴ء اور ۲/ایل ۱۹۸۴ء دائر کی گئی تھیں۔ جن میں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی رو سے آرڈی ننس کے مندرجات کو چیلنج کیا گیا تھا۔

۵...... اس مسئلے کی مفصل سماعت چار ہفتوں سے زیادہ مدت تک جاری رہی۔ مسٹر مجیب الرحمٰن جو شریعت پٹیشن نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۴ء کے درخواست دہندگان میں سے ایک ہیں اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد، جو شریعت پٹیشن نمبر ۲/ایل ۱۹۸۴ء کے درخواست دہندگان میں سے ہیں، نے درخواست دہندگان کے حق میں دلائل دیئے۔ جبکہ شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی نے حکومت کے حق میں دلائل دیئے۔ عدالت نے اس مسئلے سے متعلق امور میں اپنی مدد کے لئے مندرجہ ذیل مشیران قانونی اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کو دعوت دی جنہوں نے مسئلہ پر مفصل بحث کی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱)...... قاضی مجیب الرحمٰن (۲)...... پروفیسر محمود احمد غازی

(۳)...... مولانا صدرالدین الرفاعی (۴)...... علامہ تاج الدین حیدری

(۵)...... پروفیسر محمد اشرف (۶)...... علامہ مرزا محمد یوسف

(۷)...... پروفیسر مولانا طاہر القادری

۶...... ۱۹۷۳ء کے دستور کی دفعہ ۱۰۶ اور دفعہ ۲۶۰ میں دوسرے دستوری ترمیمی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۴ء (ایکٹ نمبر ۴۹ مجریہ ۱۹۷۴ء) کے ذریعے ترمیم کر دی گئی تھی۔ دفعہ ۲۶۰ میں ذیلی دفعہ (۳) کا اضافہ کر دیا گیا تھا اور ایسے تمام اشخاص کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا جو کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتے یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم یا لفظ میں نبی ہونے کا دعویٰ کریں یا جو کسی بھی ایسے مدعی کو نبی یا مذہبی مصلح مانیں۔ دوسروں کے علاوہ اس تعریف میں قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو شامل کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

۷...... دفعہ ۱۰۶ صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل سے بحث کرتے ہوئے ان ارکان کی تعداد اور اوصاف کو واضح کرتی ہے۔ جن کا اسمبلیوں کے لئے چناؤ ہوگا۔ نیز ان اسمبلیوں میں غیر مسلموں یعنی عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں اور پارسیوں کے لئے مخصوص اضافی نشستوں کا تعین کرتی ہے۔

دوسری دستوری ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء کی رو سے ان گروہوں میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کے اشخاص (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کا اضافہ کیا گیا تھا۔

۸...... یوں دفعہ ۱۰۶ کو دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ ۳ کے اعلان میں عملی شکل دی گئی اور ہر دو عقیدوں کے احمدیوں کو دوسری اقلیتوں کے مساوی حیثیت دے دی گئی۔

۹...... دستور کی ان دفعات کے علی الرغم احمدی، خود کو مسلمان اور اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینے پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی بے حسی کے ساتھ مسلمانان پاکستان کی پریشانی کو نظر انداز کئے گئے۔ ان کی جانب سے متذکرہ دستوری دفعات کی خلاف ورزی اور مرزا صاحب کی بیوی، افراد خانہ، ساتھیوں اور جانشینوں کے لئے علی الترتیب ام المومنین (مومنوں کی ماں) اہل بیت (رسول پاک ﷺ کے خاندان کے افراد) صحابہ (ساتھی)، خلفاء راشدین (راست باز خلفاء)، امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین (ایسے القاب جو عموماً مسلمان حکمرانوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاک باز خلفاء ہی کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور جو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں اور کبھی بھی غیر مسلموں کے استعمال میں نہیں آئے) ایسے القاب، اوصاف اور الفاظ کا مسلسل استعمال اور ان کی بے حرمتی جاری رہی۔ اسی وجہ سے مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز کلمات کے استعمال کو مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ء) کی دفعہ ۲۹۸ اے (جس کا اضافہ حال ہی میں آرڈی ننس نمبر ۴۴ مجریہ ۱۹۸۰ء کے تحت کیا گیا ہے) کے مطابق فوجداری اور قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ دفعہ یوں ہے:

۲۹۸۔اے

"مقدس شخصیات کے بارے میں ہتک آمیز کلمات وغیرہ کا استعمال۔ جو کوئی بھی زبانی یا تحریری الفاظ میں یا کسی بھی ذریعہ اظہار سے خواہ براہ راست یا بالواسطہ یا کسی چوٹ یا اشارے یا کنائے سے رسول پاک ﷺ کی کسی بیوی (ام المومنین) یا افراد خاندان (اہل بیت) یا آپ ﷺ کے راست باز خلفاء (خلفاء راشدین) یا ساتھیوں (صحابہؓ) میں سے کسی کے مقدس نام کی توہین کرتا ہے۔ وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔"

۱۰...... یہ دفعہ عمومی الفاظ میں ادا ہوئی تھی اور صرف احمدیوں پر لاگو نہیں کی گئی تھی۔ احمدیوں کے اصرار کی وجہ سے مسلمانوں میں پائے جانے والے احتجاج کے نتیجے میں زیر بحث آرڈی ننس جاری کیا گیا۔ جس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ء) میں دفعہ ۲۹۸۔بی اور دفعہ ۲۹۸۔سی کا اضافہ کیا اور مجموعہ ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ مجریہ ۱۸۹۸ء) اور ویسٹ پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۳ء میں ذیلی ترامیم کیں۔

دفعہ ۲۹۸۔بی اور دفعہ ۲۹۸۔سی یوں ہیں:

۲۹۸۔بی

مقدس شخصیات اور مقامات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف اور الفاظ کا غلط استعمال:

۱...... قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی یا کسی بھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) کا کوئی شخص جو خواہ تحریری یا زبانی الفاظ کے ذریعے یا کسی بھی اظہار بیان سے:

الف...... رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے القاب سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب...... رسول پاک حضرت محمد ﷺ کی کسی بیوی کے سوا کسی شخص کو ام المومنین کے نام سے ذکر کرتا یا مخاطب کرتا ہے۔

ج...... رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے افراد خاندان کے سوا کسی دوسرے شخص کو اہل بیت کے نام سے یاد کرتا یا مخاطب کرتا ہے، یا

د...... اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے موسوم کرتا، ذکر کرتا یا پکارتا ہے۔

وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے، کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

۲...... قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) میں سے جو شخص بھی زبانی یا تحریری کلمات سے یا کسی محسوس اظہار سے نماز کے لئے بلانے کے طریقے یا شکل، جو اس کے اپنے عقیدے کے مطابق مروجہ اذان ہو، کا ذکر کرتا ہے یا مسلمانوں میں مروجہ اذان پڑھتا ہے، وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے، کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

۲۹۸۔سی

قادیانی گروہ وغیرہ کے اشخاص جو خود کو مسلمان پکاریں یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کریں۔

قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی بھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں) میں سے جو شخص اپنے آپ کو براہ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرے گا یا اپنے عقیدے کو اسلام کے نام سے ذکر کرے گا یا پکارے گا یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرے گا یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے گا۔ یا خواہ زبانی یا تحریری کلمات سے یا محسوس تعبیرات یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرتا ہے۔ وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہو سکتی ہے، کی سزا پائے گا اور جرمانے کا بھی مستحق ٹھہرے گا۔

۱۱...... ان دفعات نے احمدی کے لئے ان امور کو فوجداری جرم قرار دیا ہے:

الف...... خود کو براہ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرنا یا اپنے مذہب کو اسلام کا نام دینا۔

ب...... اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرنا یا دوسروں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دینا یا کسی انداز سے خواہ وہ کیسا ہو، مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج...... لوگوں کو نماز کے لئے اذان پڑھ کر بلانا یا نماز کے لئے بلانے کے اپنے طریقے یا شکل کو اذان کا نام دینا۔

د...... اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے ذکر کرنا یا پکارنا۔

ہ...... رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۃ المومنین، صحابی یا رضی اللہ عنہ، رسول پاک ﷺ کی کسی بیوی کے سوا کسی دوسرے شخص کو ام المومنین کے نام سے پکارنا، یا رسول پاک ﷺ کے افراد خاندان کے سوا کسی شخص کو اہل بیت کا نام دینا۔

۱۲...... وہ بڑی وجہ جس کی خاطر یہ درخواستیں دائر کی گئی ہیں اور جس پر مختلف زاویوں سے استدلال کیا گیا ہے، یہ ہے کہ زیر بحث آرڈی ننس سے شریعت کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور احمدیوں کے اپنے مذہب کو ماننے، اس پر عمل پیرا ہونے، اس کی تبلیغ یا تشہیر کرنے کے دستوری حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

۱۳...... یہ امر قابل توجہ ہے کہ دستوری دفعات کے باوجود درخواست دہندگان اپنے دلائل میں خود کو مسلمان اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنے پر مصر رہے اور انہوں نے یہ مؤقف اختیار کئے رکھا کہ انہیں غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کسی مذہبی ادارے کی جانب سے نہیں بلکہ اس وقت کی حکمران جماعت کی جانب سے کیا گیا تھا۔ درخواست دہندگان پر یہ حقیقت واضح کر دی گئی تھی کہ دستوری ترمیم تمام پارٹیوں کے اتفاق رائے سے منظور ہوئی تھی اور پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ تقریباً عدالتی طریقے سے پر فریقین، جن میں قادیانی جماعت کے سربراہ بھی شامل ہیں، کے دلائل سننے کے بعد دیا تھا۔

۱۴...... مسٹر مجیب الرحمن نے کہا کہ چونکہ عدالت کو دستور کی دفعات کے خلاف فیصلہ صادر کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اس لئے وہ یہ نکتہ اٹھانا نہیں چاہتے کہ آیا قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ تاہم وہ اس امر پر زور دیتے رہے کہ چونکہ قادیانی غیر مسلم نہیں ہیں بلکہ اقتدار اعلیٰ نے انہیں ایسا قرار دیا تھا۔

۱۵...... بعد میں انہوں نے واضح کیا کہ اگر سرکاری وکیل نے یہ استدلال کیا کہ قادیانی، شریعت کی رو سے بھی غیر مسلم ہیں تو وہ اس استدلال کی مفصل تردید کرنا پسند کریں گے۔

ہم نے وفاقی حکومت کے وکیل مسٹر ریاض الحسن گیلانی سے استفسار کیا کہ کیا وہ صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مفروضے پر کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ قائم رہیں گے یا اس سے ہٹ کر شریعت کی روشنی میں ان کی حیثیت پر استدلال کریں گے۔ انہوں نے مؤخر الذکر مفروضے کو پسند کیا۔ اس پر مسٹر مجیب الرحمٰن نے گزارش کی کہ وہ قرآن اور سنت کی روشنی میں قادیانیوں کی حیثیت کی توضیح پر دلائل دیں گے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کا احمدیوں کے مسلمان ہونے کے مفروضے پر استدلال عدالت کو اس مسئلہ پر محاکمہ کرنے کی دعوت ہے۔ یوں عدالت کو اس نکتہ پر اپنا فیصلہ دیئے بغیر چارہ نہیں۔ اس نکتے پر پوراز ور استدلال صرف کیا گیا ہے۔ اس لئے اس فیصلے میں اسے نمٹایا جائے گا۔

اس لئے اختتام پر پیش کردہ تحریری دلائل میں شامل یہ دعویٰ کہ خود درخواست دہندگان نے اپنے عقیدے کے مسئلہ کو اٹھانا نہیں چاہا تھا۔ صرف جزوی طور پر ہی درست ہے۔

اس درخواست میں اٹھائے گئے نکات اور زیر بحث آرڈی ننس کی مختلف دفعات کے اثرات کی تفصیل میں جانے سے پہلے مناسب ہوگا کہ مسلمانوں کے ہاں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے پر روشنی ڈالی جائے کیونکہ مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین اختلاف کا مرکزی نکتہ یہی ہے اور یہی دوسری دستوری ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء (ایکٹ نمبر ۴۹ مجریہ ۱۹۷۴ء) جس کے مطابق احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، کی اساس ہے۔

تمام مکاتب فکر کے مسلمان حضرت محمد ﷺ کی قطعی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسے اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں۔ یہ اجماعی عقیدہ قرآن کریم کی آیت نمبر ۳۳/۴۰ پر مبنی ہے۔ یہاں یہ آیت اپنے معنی اور تشریحات کے ساتھ درج کی جاتی ہے:

"ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النّبيين، وكان الله بكل شي عليما (الاحزاب: ٤٠)" ﴿محمد تم میں سے کسی شخص کا باپ نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کی مہر ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔﴾

لفظ خاتم النّبیین کی تعبیر و تشریح شروع ہی سے ہوتی آئی ہے۔ خود رسول پاک ﷺ کی احادیث میں اس کی تفسیر موجود ہے۔ نیز قرآن کریم کے مفسرین، فاضل علماء اور ممتاز فقہاء اس کی تشریح کر چکے ہیں۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ اسے خاتم النّبیین بھی پڑھ سکتے ہیں۔ خاتم کا معنی ختم کرنے والا ہے۔ اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ اگر لفظ خاتم النّبیین ہو تو اس کا معنی ہوگا "وہ جس کی نبوت پر سلسلہ نبوت ختم ہوتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاتم کا معنی مہر اور خاتم النّبیین کا معنی نبیوں پر مہر ہوگا۔ اس کا مسلمہ اور اجماعی مفہوم یہ ہے کہ وہ آخری نبی جو نبوت پر مہر لگا دیتا ہے اور جس کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور نبیوں کی آمد کا اختتام قطعی ہے۔ یہی معنی مرزا صاحب نے قبول کیا تھا۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۶۱۴، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱) تاہم اپنے دعوی نبوت کے بعد انہوں نے اس لفظ کے معنی تبدیل کر لئے اور اس کا مطلب یہ نکالا کہ جن نبیوں کا بعد میں آنا مقدر ہے، ان کی آمد کے لئے حضرت محمد ﷺ کی مہر، جس کا معنی یہ ہے کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ منتہی اور بند نہیں ہوا بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبی بن کر آئے گا، وہ لازماً ان کی مہر ہی سے آئے گا۔ منشاء یہ ہے کہ وہ انہی کی منظوری کی مہر سے نبی بن کر اس دنیا میں قرآن وسنت پر مشتمل ان کی شریعت کی تجدید کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

یہ تعبیر جیسا کہ اوپر واضح ہوا، قطعی ختم نبوت کی اس تفسیر سے انحراف ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے اور جس کی جھلک خود مرزا صاحب کی پہلی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔

اس آیت میں لفظ ''خاتم'' دو طرح پڑھا گیا ہے یعنی خاتَم یا خاتِم۔ ابن امیر اور عاصم خاتَم (ت پر فتحہ یعنی زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔ اس شکل میں یہ اسم ہے جس کا معنی آخری ہے اور خاتم النّبیین کا معنی آخری نبی ہے۔ دوسرے اسے خاتِم (ت کے نیچے کسرہ یعنی زیر کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔ جو اسم فاعل ہوگا اور اس کا معنی ختم کرنے والا ہے۔ اس شکل میں خاتم النّبیین ''سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والا'' ہوگا۔ یعنی جس پر نبوت ختم ہو گئی۔ (معالم التنزیل از امام بغویؒ جلد ۴ ص ۲۱۸)

لسان العرب میں ہے کہ ''ختم'' کا معنی ختم کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے ''ختم اللہ امرہ بالخیر'' ﴿اللہ اس کا معاملہ بھلائی پر ختم کرے﴾ ہر چیز کی انتہاء کو خاتم کہتے ہیں۔ اس کی جمع خواتم ہے اور معنی خاتمے ہوگا۔ فراء کہتے ہیں کہ خاتَم اور خاتِم مترادف ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ گرامر کی رو سے پہلا اسم ہے اور دوسرا اسم فاعل ہے۔ خاتَم اور خاتِم، رسول اللہ ﷺ کے نام ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آیت ۳۳/۴۰ میں فرماتے ہیں کہ وہ خاتم النّبیین ہے جس کا معنی آخری نبی ہے۔

ختم کا معنی روکنا بھی ہے۔ اس کا عمومی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو دوسری اشیاء میں ملنے سے بچانا۔ خاتم کا معنی مہر لگانا بھی ہے یعنی کسی دوسری چیز کو مہر شدہ چیز میں ملنے سے بچانا۔ خاتم کا معنی انگوٹھی بھی ہے۔ (جلد ۱۲ ص ۵۳، ۵۵)

الراغب کہتے ہیں کہ ''ختم'' اور ''طبع'' کا معنی کسی چیز کو کندہ کرنا اور چھاپ اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مہر سے ثبت کرنا ہوتا ہے۔ پہلا لفظ کبھی کبھی مجازاً اپنے آپ کو کسی چیز سے بچانے یا محفوظ کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ محفوظ کرنے کے مفہوم سے ہی تحریروں اور دروازوں پر مہر لگانے کا مطلب نکلتا ہے اور کبھی ایک چیز سے دوسری چیز پر نقش یا اثر لگانے کے معنی میں۔ اسی سے چھاپ یا مہر سے مہر لگانا ہے اور کبھی اس کا مفہوم (کسی چیز کے) اختتام پر پہنچنا ہوتا ہے۔

(دیکھیے لین لفظ ختم)

"ختم علی قلبه" ﴿اس کے دل پر مہر لگادی﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اسے بے سمجھ بنا دیا یا اس کے دل و دماغ کو ناکارہ کر دیا (لین لفظ ختم) "ختم الله علی قلوبهم" ﴿اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی﴾ اور "طبع الله علی قلوبهم" ﴿اللہ نے ان کے دلوں پر ٹھپہ لگادیا﴾ اللہ تعالیٰ کے اس دستور کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان جب عقیدہ باطلہ اور معاصی کے ارتکاب میں آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور حق قبول کرنے سے کلیتہً غافل ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ معاصی کو پسند کرتا اور گناہوں کا پختہ عادی ہو کر رہ جاتا ہے۔ یوں گویا اس کے گندے کردار کی اس پر مہر لگادی گئی۔

(دیکھیے مفردات امام راغب اصفہانی، صفحہ ۱۴۳، دیکھیے لین لفظ ختم)

خاتم النّبیین کا معنی ہے "وہ نبی جس کی آمد پر (سلسلہ) نبوت ختم ہو گیا۔

(مفردات راغب اصفہانی ص ۱۴۲، ۱۴۳)

تاج العروس میں ہے: "ومن اسمائه ﷺ الخاتم والخاتم وهو الذی فقد النبوة بمجيئه" ﴿رسول اللہ ﷺ کے ناموں میں سے خاتَم اور خاتِم بھی ہیں، جن کا معنی یہ ہے کہ ان کی آمد پر نبوت ختم ہو گئی۔﴾ (تاج العروس جلد ۴ ص ۱۸۶ نیز دیکھیے مجمع البحار ج ۸ ص ۱۹۴)

یوں لفظ خاتَم (مہر) یا خاتِم (ختم کرنے والا) دونوں ایک ہی معنے میں ہیں۔

اسی بناء پر تمام علماء لغت اور مفسرین نے بالاتفاق خاتم النّبیین کا معنی آخر النّبیین (آخری نبی) لیا ہے۔ عربی زبان کے محاورے یا لغت میں خاتم کا لفظ ڈاک کی اس مہر پر نہیں بولا جاتا جو لفافے کے اجراء کی خاطر اس پر لگائی جاتی ہے۔ بلکہ اس مہر پر بولا جاتا ہے جو لفافے کو محفوظ کرنے کی غرض سے لگائی جاتی ہے تا کہ جب تک مہر کو توڑا نہ جائے اس کے اندر کی چیز باہر اور نہ باہر سے کوئی چیز اس میں داخل کی جا سکے۔

تمام مشہور مفسرین نے آیت ۳۳/۴۰ کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور زیر بحث مسئلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ چند ایسی احادیث موجود ہیں جن میں قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے۔ کچھ علماء نے ان احادیث کو قرآن کریم اور سنت سے متعارض ہونے کی بناء پر ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بہت بڑی اکثریت ان کی صحت کی قائل ہے۔ اکثریت کی رائے میں ان احادیث اور قرآن کریم کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے رسول اور نبی تھے، رسول پاک ﷺ کی بعثت سے بہت پہلے منصب نبوت پر فائز ہوئے تھے۔ جبکہ آیت کا تعلق حضرت محمد ﷺ کے بعد نئے نبی کی آمد سے ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اس امت اسلامیہ کے ایک فرد اور شریعت اسلامیہ کے متبع کی حیثیت سے ہوگا۔ اب یہ مستند تفسیری آراء اور تشریحات درج کی جاتی ہیں:

۱...... علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴، ۳۱۰ھ) اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کی تشریح یوں فرماتے ہیں "اس نے نبوت ختم کردی اور اس پر مہر لگا دی۔ اب یہ دروازہ قیامت تک کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔"

(تفسیر طبری ج۲۲ ص۱۲)

۲...... امام طحاوی (۲۳۹، ۳۲۱ھ) اپنی کتاب "العقیدۃ السلفیہ" میں نبوت کے بارے میں ائمہ سلف خصوصاً امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، اس کے نبی اور محبوب ہیں اور وہ آخری نبی، سید الاولیاء اور سید المرسلین ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں۔"

(شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السلفیہ، دار المعارف مصر، صفحات ۱۵، ۸۷، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲)

۳...... علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴، ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: "بلاشبہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد نزول وحی کا سلسلہ ختم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وحی کا نزول صرف نبی پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول اور آخری نبی ہے۔"

(المحلیٰ جلد اول ص۲۶)

۴...... امام غزالی (۴۵۰، ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ "اس امر پر امت مسلمہ کا کامل اجماع ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ رسول پاک ﷺ کے ارشاد "لا نبی بعدی" سے مراد یہی ہے کہ ان کے بعد نہ کوئی نبی اور نہ رسول ہوگا۔ جو شخص بھی اس حدیث کا کوئی اور مطلب بیان کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کی تشریح باطل اور اس کی تحریر کفر ہوگی۔ علاوہ ازیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے سوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی کوئی اور تشریح نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اجماع امت کا منکر ہے۔"
(الاقتصاد فی الاعتقاد، مصر، ص ۱۱۴)

۵...... محی السنہ بغوی (م ۵۱۶ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نبوت ختم کر دی ہے۔ سو وہ انبیاء (کے سلسلے) کی آخری کڑی ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا۔"
(معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۵۸)

۶...... علامہ زمخشری (۴۶۷، ۵۳۸ھ) اپنی تفسیر "الکشاف" میں لکھتے ہیں: "اگر آپ یہ سوال کریں کہ جب یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو پھر رسول اللہ ﷺ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس معنی میں آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص نبی کی حیثیت سے مبعوث نہ ہوگا۔ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ، تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جنہیں حضرت محمد ﷺ سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے متبع ہوں گے اور انہیں کے قبلہ (الکعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ جیسا کہ امت کے دوسرے افراد کرتے ہیں۔"
(الکشاف ج ۲ ص ۲۱۵)

۷...... قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں: "جو شخص بھی اپنے لئے دعویٰ نبوت کرتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور صفائے قلبی سے منصب نبوت پا سکتا ہے۔ جیسا کہ بعض فلسفیوں اور نام نہاد صوفیوں کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح جو نبوت کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا مدعی ہے...... ایسے تمام لوگ کافر اور حضرت محمد ﷺ کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں بتا چکے ہیں کہ وہ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ اطلاع منجانب اللہ تھی کہ اس نے نبوت بند کر دی ہے اور وہ تمام کائنات کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ ان الفاظ کا اس ظاہری مفہوم کے سوا اور کوئی معنی نہیں اور اس سے مختلف تشریح یا خاص معنی لینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے اجماع اور احادیث دونوں کی رو سے ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔"
(شفاء جلد ۲، ص ۲۷۰، ۲۷۱)

۸...... امام رازیؒ (۵۴۳، ۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں خاتم النّبیین کی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس سلسلے میں خاتم النّبیین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک نبی کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا نبی آنا ہوتا ہے تو وہ تبلیغ اور احکام کی توضیح کا مشن کسی حد تک نامکمل چھوڑ جاتا ہے اور بعد میں آنے والا اسے مکمل کرتا ہے۔ لیکن جس نبی کے بعد کسی اور نبی کی آمد نہیں ہوگی وہ اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق ہوتا ہے اور ان کے لئے واضح قطعی اور کامل ہدایت فراہم کرتا ہے۔ جیسے ایک باپ جانتا ہو کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کی نگہداشت کرنے والا کوئی سرپرست اور کفیل نہ ہوگا۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۵۸۱)

۹...... علامہ شہرستانی (م ۵۴۸ھ) اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں: ''اسی طرح جو یہ کہتا ہے...... کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی (حضرت عیسیٰ نبی علیہ السلام کے سوا) مبعوث ہوگا۔ وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف رائے موجود نہیں۔ یہاں تک کہ کسی دو انسانوں میں بھی۔

۱۰...... علامہ بیضاوی (م ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ انبیاء کی آخری کڑی ہیں جنہوں نے ان کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے اور سلسلہ نبوت پر مہر لگا دی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تردید نہیں ہوتی کیونکہ وہ جب آئیں گے تو انہی کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔ (انوار التنزیل ج ۴ ص ۱۶۴)

۱۱...... علامہ حافظ الدین نسفی (م ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی اور شخص نبی نہیں ہوگا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء میں سے ہیں اور جب وہ دوبارہ آئیں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور انہی کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔

(مدارک التنزیل ج ۵ ص ۴۷۱)

۱۲...... علامہ علاؤ الدین بغدادیؒ (م ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر خازن میں لکھتے ہیں: ''وخاتم النّبیین '' ﴿یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت بند کر دیا ہے﴾ اب ان کے بعد نہ کوئی نبوت ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی شراکت یا حصہ داری ہے...... اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۵ ص ۴۷۱، ۴۷۲)

۱۳...... علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں: ''تو یہ آیت اس امر میں نص ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اگر ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہوگا۔ کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے اخص ہے۔ کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا...... آپ کے بعد جو شخص بھی اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب، دجال، مفتری اور کافر ہے۔ خواہ وہ کسی قسم کے غیر معمولی کرشمے اور جادوگری کے طلاسم دکھاتا پھرے...... اور اسی طرح قیامت تک جو شخص بھی اس منصب کا مدعی ہو وہ کذاب ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳، ۴۹۴)

۱۴...... علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) جلالین میں لکھتے ہیں: "وکان اللہ بکل شیء علیما" اللہ تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے اور جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے پیروکار ہوں گے۔ (جلالین ص ۷۶۸)

۱۵...... علامہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں: "جو شخص حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرتا ہے وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ ایمان کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔" (الاشباہ والنظائر ص ۱۷۹)

۱۶...... ملا علی قاری (م ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: "اس نکتہ پر امت کا کامل اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔" (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

۱۷...... شیخ اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) اپنی تفسیر روح البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عاصم نے اس لفظ کو خاتَم پڑھا ہے جس کا معنی مہر لگانے کا وہ آلہ ہے جس سے اشیاء پر مہر لگائی جاتی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر میں آئے ہیں اور انہی پر انبیاء کا سلسلہ بند ہوا اور اس پر مہر لگ گئی۔ بعض نے اسے خاتِم پڑھا ہے۔ جس کا معنی مہر لگانے والا ہے۔ تو اس طرح خاتَم خاتِم کا ہم معنی ہوا...... اسی بناء پر امت کے علماء صالحین، ولایت میں آپ کے جانشین ہوں گے۔ کیونکہ نبوت کی جانشینی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ سے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا...... اور عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے قبل نبوت سے سرفراز ہو چکے ہیں اور بعثت ثانیہ کے وقت وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے متبع ہوں گے اور آپ ﷺ کے دوسرے امتیوں کی طرح انہی کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں گے اور حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول اور آخری نبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے' اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' اب جو شخص بھی یہ کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے، اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے ایمان کے ایک بنیادی جزو کا انکار کیا ہے۔ اسی طرح جو اس میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ باطل سے حق واضح اور روشن ہو چکا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے بعد ایسا دعویٰ کرنا دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔

(روح البیان ج۲۲ ص۱۸۸)

۱۸...... فتاویٰ عالمگیری، جسے بارہویں صدی ہجری میں ممتاز علماء کے ایک بورڈ نے شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کی ہدایت پر، مدون کیا تھا، میں ہے ''اگر کوئی شخص اس بات کا منکر ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر وہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کا رسول یا نبی ہے تو وہ کافر قرار دیا جائے گا'' (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص۲۶۳)

۱۹...... علامہ شوکانی (م ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: ''جمہور نے اسے خاتم پڑھا ہے اور عاصم نے خاتَم۔ پہلی قرأت کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کو ختم کر دیا ہے یعنی وہ تمام انبیاء کے بعد آخری نبی بن کر آئے ہیں اور دوسری قرأت کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کے لئے ایسی مہر کی مانند ہیں جس سے ان پر مہر لگی اور جس کی ان میں شمولیت سے انہیں زینت ملی۔''

(فتح القدیر ج۴ ص۲۸۵)

۲۰...... علامہ آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ) اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: ''نبی کا لفظ عام ہے اور رسول خاص ہے۔ اس لئے رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا میں آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد کسی بھی انسان یا جن کو یہ منصب نصیب نہیں ہوگا۔'' (روح المعانی ج۲۲ ص۳۲)

''ان کے بعد جو شخص بھی وحی نبوت کے نزول کا دعویٰ کرتا ہے اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس بارے میں مسلمانوں میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔'' (روح المعانی ج۲۲ ص۳۸)

''حضرت رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا ایسی حقیقت ہے جس کی تصریح خود کتاب اللہ نے کر دی ہے اور سنت نے اسے واضح کر دیا ہے اور اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کے خلاف جو بھی دعویٰ کرے گا وہ کافر قرار پائے گا۔'' (روح المعانی ج۲۲ ص۳۹)

ختم نبوت کا یہی تصور مندرجہ ذیل شیعہ مفسرین نے بھی بیان کیا ہے:

۱...... علی بن ابراہیم (۳۲۹ھ ۹۴۱ء) تفسیر القمی ص۵۳۲ مطبوعہ نجف (عراق)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۲...... شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی (م ۴۶۲ھ) تفسیر التبیان ج ۸ ص ۳۴۴ مطبوعہ نجف (عراق)

۳...... ملا فتح اللہ کاشانی (م ۹۸۸ھ) تفسیر منہج الصادقین ج ۷ ص ۳۳۲ مطبوعہ نجف (عراق)

۴...... ابو علی فضل بن حسین طبرسی (م ۵۴۸ھ) تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۲۸۹ طبع نجف (عراق)

۵...... ملا محسن کاشی، تفسیر الصافی ص ۴۹۱، طبع نجف (عراق)

۶...... ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی (م ۱۱۰۷ھ) تفسیر البرہان ج ۳ ص ۳۲۷ طبع قم (ایران)

۷...... علامہ حسین بخش، انوار النجف ج ۱۱ ص ۲۱۱، طبع لاہور۔

۸...... مولانا سید عمار علی، تفسیر عمدۃ البیان ج ۱۲ طبع دہلی۔

۹...... مقبول احمد، ترجمہ و تفسیر قرآن ص ۵۰۷ طبع لاہور۔

۱۰...... حافظ فرمان علی، ترجمہ و تفسیر قرآن ص ۵۸۵۔

زمخشریؒ (۴۶۷، ۵۳۸ھ) تفسیر کشاف میں۔ قاضی بیضاویؒ (م ۶۸۵ ھ) انوار التنزیل میں۔ امام رازیؒ (۵۴۳، ۶۰۶ھ) تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۴۳ میں۔ امام نوویؒ (۶۳۱، ۶۷۶ھ) شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۹، شرح مسلم جز ۱۸ ص ۷۵ میں۔ علاؤالدین بغدادیؒ (م ۷۲۵ھ) تفسیر خازن ص ۴۷۱، ۲،۴۷ میں۔ تفتازانیؒ (۷۲۲، ۷۹۲) شرح عقائد نسفی ص ۱ میں۔ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۴۹ھ) فتح الباری ج ۶ ص ۳۱۵، ۱۱۷ میں۔ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۰ میں۔ قسطلانیؒ (۸۵۱، ۹۲۳ھ) ارشاد الساری ج ۶ ص ۱۸ میں۔ ابن ہیثمیؒ (۹۰۹، ۹۷۳ھ) فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۲۸، ۱۲۹ میں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۹۵۸، ۱۰۵۲ھ) اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷۳ میں۔ زرقانیؒ (م ۱۱۲۲ھ) شرح مواہب الدنیہ ج ۳ ص ۱۱۶ میں اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

یہ تصریحات ہر ملک اور مسلسل ہر زمانے کے ممتاز علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین کر چکے ہیں۔ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں تاریخ اسلام کی پہلی صدی سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک ہر دور کی نمایاں شخصیات موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی خاتم النبیین کے یہی معانی اپنی متعدد احادیث میں واضح فرمائے ہیں۔ ان میں سے کچھ احادیث کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱...... "قال النبی ﷺ کانت بنو اسرائیل تسوسهم الا نبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء" ﴿نبی ﷺ نے فرمایا "بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہوتا ایک اور نبی اس کا جانشین ہوتا۔ خبردار! میرے بعد کوئی نبی نہیں، خلفاء ہوں گے۔﴾

(بخاری کتاب الانبیاء ج ۲ ص ۲۵۷ طبع دارالمعرفہ، بیروت، لبنان)

۲...... "قال النبی ﷺ ان مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به یعجبون له ویقولون هلاّ وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النّبیین" ﴿نبی ﷺ نے فرمایا "مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا اور اسے بہت عمدہ خوبصورت بنا دیا لیکن ایک کونے میں ایک خشت کی جگہ رہنے دی۔ لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے یہ خشت کیوں نہیں لگائی؟ پس میں ہی یہ خشت ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔﴾ "سو اس طرح میری بعثت سے قصر نبوت مکمل ہو گیا ہے اور اب اس میں مزید کسی نبی کی کوئی گنجائش نہیں) (بخاری کتاب المناقب ج ۲ ص ۲۷۰ طبع دارالمعرفہ، بیروت)

اسی موضوع پر چار روایات صحیح مسلم (کتاب الفضائل) میں مروی ہیں۔ جن میں مذکورہ بالا الفاظ کے بعد یہ اضافہ ہے: "فجئت فختمت الانبیاء" ﴿پس میں نے آ کر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔﴾ نیز انہی الفاظ میں یہ حدیث جامع ترمذی کتاب المناقب باب فضائل النبی میں موجود ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث بروایت جابر بن عبداللہؓ مروی ہے اور اس کے آخری الفاظ یوں ہیں "ختم بی النبیون" ﴿مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔﴾

اسی موضوع پر کئی روایات مسند احمد میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ ابی بن کعبؓ، ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔

۳...... "ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون" ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے دوسرے انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جامع کلمات عطاء ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور (۲) دشمنوں کے دلوں میں میرا خوف طاری کیا گیا ہے اور (۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں اور (۴) زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی اور (۵) مجھے تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور (۶) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔﴾

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹ طبع دار الکتب، بیروت)

۴...... ''قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی'' ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہیں۔ اس لئے میرے بعد رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔﴾ (ترمذی ج ۲ ص ۵۳ طبع ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی)

۵...... ''قال رسول اللہ ﷺ انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحی بی الکفر وان الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی'' ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں وہ ماحی (مٹا دینے والا) ہوں جس کے ذریعے کفر مٹا دیا جائے گا اور میں وہ حاشر ہوں جس کے پیچھے لوگ اکٹھے ہوں گے (میدان حشر میں) اور میں وہ عاقب (آخری) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ طبع دہلی)

۶...... ''قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یبعث نبیا الاحذر امتہ الدجال وانا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم وھو الخارج فیکم لا محالۃ'' ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اور وہ لازماً تمہارے اندر سے نکلے گا۔﴾ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۸)

۷...... عن عبدالرحمٰن بن جبیر قال سمعت عبداللہ بن عمرو بن العاص یقول خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوما کالمودع فقال انا محمد النبی الامی ثلاثا ولا نبی بعدی'' ﴿عبدالرحمٰن بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ اس نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ اس طرح ہمارے پاس آئے جیسے گویا وہ الوداع کرنے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں ہی محمد نبی امی ہوں، تین مرتبہ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ (مسند احمد روایات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

۸...... ''قال رسول اللہ ﷺ لانبوۃ بعدی الا المبشرات قیل وما المبشرات یا رسول اللہ قال الرویا الحسنۃ او قال الرویا الصالحۃ'' ﴿رسول اللہ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا میرے بعد کوئی نبوت نہیں مگر مبشرات ہیں۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھے خواب۔ یا فرمایا نیک خواب۔﴾ (یہ اس لئے کہ اب وحی الٰہی کا کوئی امکان نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کسی شخص کو سچے خواب میں القاء ہی ہوسکتا ہے)

(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶)

۹...... "قال النبی ﷺ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب" ﴿نبی ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتا۔﴾

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹ طبع ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی)

۱۰...... "قال رسول اللہ ﷺ لعلیؓ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی" ﴿اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھا۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔﴾

(صحیح مسلم ج ۲ طبع دہلی ص ۲۷۸)

بخاری و مسلم نے اس حدیث کو غزوہ تبوک کے ضمن میں ذکر کیا ہے جبکہ یہی مضمون مسند احمد میں بروایت سعد بن ابی وقاصؓ دو حدیثوں میں مذکور ہے۔ جن میں سے ایک روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں "لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔" اس واقعہ کے بارے میں ابوداؤد طیالسی، امام احمدؒ اور محمد بن اسحاقؒ کی روایت کردہ مفصل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ تبوک کے لئے روانگی کے وقت حضرت علیؓ کو مدینہ کی نگرانی اور دفاع کے لئے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر منافقین نے ان کے خلاف نازیبا پروپیگنڈہ شروع کردیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے رسول اللہ! کیا آپ مجھے پیچھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟"

اس پر حضور ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا "تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔" یعنی جیسے اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو روانہ ہوتے وقت ہارون نبی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی نگہداشت کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ انہیں مدینہ کے دفاع کی غرض سے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ لیکن اس خدشے کے پیش نظر کہ حضرت علیؓ کا ایک پیغمبر سے موازنہ بعد میں کسی شر کا باعث بن سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فوراً یہ استثناء کردیا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱...... "عن ثوبانؓ قال رسول اللہ ﷺ ......وانه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی" ﴿ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا......اور بیشک میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ خبردار! میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۲)

ابوداؤد نے اس موضوع پر ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے کتاب الملاحم میں بیان کی ہے۔ ترمذی نے بھی ان دونوں احادیث کو اسی سند سے اور ثوبانؓ سے بیان کیا ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ "تیس کذاب ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

۱۲...... "قال النبی ﷺ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد لکان عمر" ﴿نبی ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) کلام ہوتا تھا۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی شخص ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔﴾ (بخاری کتاب المناقب ج ۲ ص ۲۸۲ طبع دارالمعرفہ، بیروت)

اس مضمون کی ایک روایت صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ اس میں "یکلمون" کی جگہ "محدث" کا لفظ مذکور ہے۔ تاہم دونوں کا معنیٰ "وہ جن سے اللہ تعالیٰ یا کوئی غیر مرئی ہم کلام ہو۔"

۱۳...... "قال رسول اللہ ﷺ لا نبی بعدی ولا امة بعد امتی" ﴿اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد (کسی اور نبی کی) کوئی امت نہیں۔﴾ (بیہقی ج ۵ ص ۱۹۷)

۱۴...... "قال رسول اللہ ﷺ فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد" ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (کسی نبی کی) آخری مسجد ہے (مدینہ میں مسجد نبوی کی طرف اشارہ ہے) (صحیح مسلم کتاب الحج ص ۲۰۲)﴾

۱۵...... "عن عرباض بن ساریةؓ ان النبی ﷺ قال انا خاتم النبیین وان آدم فی طینة" ﴿عرباضؓ بن ساریہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں آخری نبی تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کہ آدم ابھی گارے میں تھے (ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے)﴾

(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۶۱۸ طبع حیدر آباد دکن)

۱۶...... "بابی انت وامی (یارسول الله) لقد انقطع بموتك مالم ینقطع بموت غیرك من النبوة والانبیاء واخبار السماء" ﴿مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے اللہ کے رسول! میرے باپ اور ماں آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ کی موت نے وہ چیز ختم کر دی ہے جو آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی موت سے ختم نہ ہوئی۔ یعنی نبوت غیبی خبریں اور آسمان کی وحی۔﴾ (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۵۵ طبع مصر)

۱۷...... "عن ابی جعفر وابی عبدالله علیهما السلام...... لقد ختم الله بکتابکم الکتب وختم بنبیکم الانبیاء" ﴿ابو جعفر اور ابو عبداللہ علیہما السلام نے کہا "تحقیق اللہ نے تمہاری کتاب (قرآن کریم) پر الہامی کتابوں کو ختم کر دیا اور تمہارے نبی (حضرت محمد مصطفی ﷺ) پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔﴾ (اصول الکافی ج اول ص ۱۶۳ طبع نول کشور)

ان احادیث کو محدثین کی ایک بڑی تعداد نے متعدد اور بہت قوی اسناد کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی عظیم تعداد سے روایت کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے اور مختلف الفاظ میں قطعی اعلان فرما دیا تھا کہ وہ آخری نبی ہیں او یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ کہ نبوت ان پر ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ ان کے بعد نبوت یا رسالت کے مدعی کذاب ہیں۔

قرآن کریم کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند، معتبر اور فیصلہ کن اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بذات خود معتبر اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ لیکن جب اس سے قرآن کریم کے متن کی توضیح و تشریح ہوتی ہو تو وہ بالکل قطعی اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کون قرآن کریم کے فہم و تعبیر کا اہل ہوگا؟ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ختم نبوت کے مختلف معنی پیش کرتا ہے تو وہ کیونکر کسی بھی قسم کی توجہ یا التفات کا سزاوار ہوگا؟ چہ جائیکہ اسے ماننے اور اس کی پیروی کرنے کا مستحق سمجھا جائے۔

یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے، تاہم میں ابن تیمیہ کی الایمان سے یہ اقتباس پیش کرتا ہوں:

"ومما ینبغی ان یعلم ان الالفاظ الموجود فی القرآن والحدیث اذا عرف تفسیرها وما اریدبها من جهة النبی ﷺ لم یحتج فی ذلك الی

www.KitaboSunnat.com

الاستدلال باقوال اهل اللغة ولاغیرهم " ﴿یہ جان لینا چاہیے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی جانب قرآن وسنت کے الفاظ کی تشریح معلوم ہو جائے تو ایسی صورت میں ماہرین لغت یا ان کے علاوہ دوسروں کے اقوال کی ضرورت نہیں ہوتی۔﴾

(الایمان از امام ابن تیمیہؒ ص ۲۷۱)

ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ (الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، باب الردۃ ص ۱۷۹) میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص ختم نبوت کے عقیدے کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایمان کا ایسا بنیادی جزو ہے جسے جاننا اور تسلیم کرنا لازمی ہے۔

غزالیؒ (۴۵۰، ۵۰۵ھ) قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ) علامہ شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ) ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۶ھ) شیخ اسماعیل حقیؒ (م ۱۱۳۷ھ) شوکانیؒ (م ۱۲۵۵ھ) اور فتاویٰ عالمگیری کی یہ آراء پہلے ہی گزر چکی ہیں کہ جو آدمی ختم نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا یا نبی ہونے کا دعوے دار ہے یا ایسے شخص کی پیروی کرتا ہے تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ذیل میں امام ابو حنیفہؒ کا فیصلہ بھی درج کیا جاتا ہے:

ایک آدمی نے امام ابو حنیفہؒ (۸۰، ۱۵۰) کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا "آپ مجھے اپنی نبوت کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیں۔" امام صاحب نے فرمایا "جو شخص اس سے اس کی نبوت کا ثبوت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (مناقب الامام اعظم ابی حنیفہؒ، ابن احمد المکی جلد اول ص ۱۶۱ طبع حیدر آباد)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص قرآن کریم کی ایک صریح اور عام آیت کی تاویل اور تخصیص کر کے اس کی تکذیب کرتا ہے تو وہ اس شخص کے برابر ہے جو نفس آیت کو جھٹلا دیتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے ایمان کا جزو اور دین کا بنیادی اصول ہے۔ معروف علماء کے یہ فیصلے، دوسروں کے علاوہ اس مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں شریعت کے صحیح موقف کا اظہار کرتے ہیں۔

ہماری رائے میں "خاتم النّبیین" کی آیت اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہے کہ حضرت رسول ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب ہے۔ یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہو گا کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر اعتراض کیا کہ خاتم کا معنی آخری نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو "خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین" کہا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

ان کلمات کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کے بعد کوئی اور شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس خاص شعبہ علم میں اس شخص کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ لیکن یہ ایک مغالطہ آمیز دلیل ہے۔ ایسے لقب کا بطور مبالغہ استعمال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم صرف "کامل اور ممتاز" کے معنی میں مستعمل ہے۔ "آخری" کے لئے نہیں۔

ایسا کوئی قاعدہ نہیں کہ کسی لفظ کے بعض اوقات مجازی معنی میں استعمال ہو جانے سے وہ اپنے حقیقی معنی کھو دے گا۔ اگر کوئی کسی عرب باشندہ سے کہے: "وجاء خاتم القوم" تو وہ یہ ہرگز نہیں سمجھے گا کہ قبیلے کا ممتاز ترین فرد آیا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھے گا کہ قبیلے کا آخری فرد آگیا ہے۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ چند اشخاص کو دیئے ہوئے "خاتم الشعراء، خاتم الفقهاء" وغیرہ القاب انسانوں کے دیے ہوتے ہیں اور کسی انسان کو یہ کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جس شخص کو اس کے کسی معیار کی بناء پر خاتم قرار دے رہا ہے۔ اسی معیار کا کوئی اور شخص پیدا نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی لغت میں ان القاب کی امتیاز کے مبالغہ آمیز اعتراف سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں اور فلاں معیار کسی خاص شخصیت پر ختم کر دیا گیا ہے۔ تو پھر ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے مجازی مفہوم سمجھیں خصوصاً جب کہ کوئی لغوی ابہام بھی موجود نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا کسی شخص کو خاتم النبیین کہنا اور کسی انسان کا دوسرے انسان کو بطور مبالغہ خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء وغیرہ کہنا یکساں قرار نہیں پائیں گے۔

قطعی ختم نبوت کے خلاف ایک دلیل اس حدیث پر مبنی ہے کہ آپ ﷺ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ استدلال کیا گیا کہ وہ آخری مسجد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بعد دنیا میں بے شمار اور مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ "آخری مسجد" کے الفاظ کمال اور امتیاز کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دلیل صرف مغالطہ ہے۔ "آخری مسجد" سے مراد انبیاء کی آخری مسجد یا ایسی مسجد جو دوسری مساجد کے مقابلے میں خصوصیات کی حامل ہو، ہے۔

اس بارے میں امام مسلمؒ نے، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت میمونہؓ (حضور ﷺ کی بیوی) سے مروی یہ احادیث بیان کی ہیں کہ دنیا میں ایسی تین مساجد موجود ہیں جو دوسری تمام مساجد سے افضل ہیں اور ان میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ یہ مکہ کی مسجد الحرام، یروشلم (بیت المقدس) کی مسجد الاقصیٰ اور مدینہ کی مسجد نبوی ہیں۔ اس لئے ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا سفر کرنا جائز ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور مسجد کو حاصل نہیں۔ دوسری تمام مساجد خواہ دور ہوں یا نزدیک، کا مرتبہ اور ثواب یکساں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے دنیا میں کوئی ایسی چوتھی مسجد تعمیر نہیں ہوگی جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ہو اور جس میں نماز ادا کرنے کی نیت سے خصوصی سفر کا اہتمام کرنے کی اجازت ہو۔

ختم نبوت کی قطعیت کے اصول کے خلاف حضرت عائشہؓ کا ایک قول پیش کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے "یہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ لیکن یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" بیکار بات ہے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی متفق حدیث کہ "میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" کی مخالفت میں حضرت عائشہؓ کا قول پیش کرنا انتہائی ناموزوں ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب یہ روایت خود معتبر نہیں۔ کسی قابل ذکر محدث نے اسے کسی معتبر کتاب میں روایت نہیں کیا۔ یہ صرف درمنثور، جو قرآن کریم کی تفسیر ہے اور تکملہ مجمع البحار جو حدیث کی ڈکشنری ہے میں مذکور ہے۔ لیکن سند کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ ناقابل اعتماد ہے اور کسی بھی معروف عالم نے اسے لائق التفات نہیں سمجھا۔

ایک اور قابل توجہ روایت جو ابن ماجہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے بارے میں فرمایا: "لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا" ﴿اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ صدیق نبی ہوتا۔﴾

جیسا کہ (الموضوعات الکبریٰ ص ۵۸) میں مذکور ہے۔ امام نوویؒ نے اس روایت کو باطل اور مردود قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں ابوشیبہ نامی شخص ضعیف ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حدیث میں ناقابل اعتماد قرار دیا ہے۔ امام نسائیؒ نے اسے حدیث میں ضعیف کہا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ اس کے قول کا کوئی وزن نہیں ہے۔ امام ابوحاتمؒ نے اسے حدیث میں ناقابل اعتماد کہا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ا ص ۱۴۴، ۱۴۵)

مسلمانوں کے ہاں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے عقیدے کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی تاریخ اور ارتقاء کو بیان کیا جائے۔

مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں موضع قادیان ضلع گورداسپور، پنجاب کے اس حصے میں جو اب بھارت میں واقع ہے، پیدا ہوئے تھے۔ یہ مرزا صاحب کی اپنی تحریروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابق ہے۔ (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷)

لیکن بعد میں ان کے خاندان کے افراد میں ان کے سال ولادت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد جوان کے سوانح نگار اور سیرت المہدی کے مصنف ہیں، کے پہلے نظریے کے مطابق سال ولادت ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء ہو سکتا ہے۔

(سیرت المہدی ج۲ ص۱۵۰)

نظر ثانی کے بعد انہوں نے تاریخ ولادت ۱۳ رفروری ۱۸۳۵ء مقرر کی۔ (سیرت المہدی ج۳ ص۷۶) ایک تخمینے کے مطابق سال ولادت ۱۸۳۱ء ہو سکتا ہے۔ (ایضاً ص۷۴) معراج دین نے تاریخ ولادت ۷رفروری ۱۸۳۲ء مقرر کی ہے۔ (ایضاً ص۳۰۲) جبکہ دیگر ۱۸۳۳ء یا ۱۸۳۴ء کو سال ولادت قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً ص۱۹۴)

مرزا بشیر احمد اور ان کے دوسرے لوگوں کی، جو مرزا صاحب کو ایسا نبی مانتے ہیں جسے اللہ کی طرف سے خدائی علم عطا ہوا تھا (اور اسی لئے انہیں اپنے سال ولادت کے بارے میں غلطی نہیں کرنی چاہئے تھی) ان متناقض آراء کی وجہ معلوم کرنا کچھ بعید نہیں۔ مرزا صاحب اپنی وفات کے وقت تقریباً انہتر سال کی عمر میں تھے۔ (۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا)

کہا جاتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے ایک صوفی نعمت اللہ ولی نے اپنی ایک مسلسل نظم میں مسلمانوں کے اندر رونما ہونے والے مستقبل کے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں اور تیرھویں صدی ہجری کے اختتام اور چودھویں صدی کے آغاز پر کسی ایسے شخص کی آمد کی پیش گوئی کی ہے جو شریعت کی تجدید کرے گا۔ مرزا صاحب نے اس نظم کو اپنے اوپر منطبق کیا۔ ایک شعر میں پیش گوئی کی گئی تھی کہ وہ شخص اپنے ظہور یعنی خدائی انتخاب کی خلعت سے سرفرازی سے چالیس سال بعد تک زندہ رہے گا۔ مرزا صاحب نے اس شعر کے مفہوم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اس منصب پر چالیس سال کی عمر میں فائز ہوئے تھے اور اسی سال یا اس کے قریب کی عمر تک زندگی پائیں گے۔

(نشان آسمانی ص۱۴، خزائن ج۴ ص۳۷۴)

پھر انہوں نے ایک خدائی الہام کے نزول کا دعویٰ کیا: ''اطال اللہ بقاءك'' یعنی اسّی پر پانچ، چار زیادہ یا پانچ چار کم۔'' (حقیقت الوحی ص۹۷، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰ حاشیہ)

یوں اس الہام کے مطابق انہیں پچھتر یا پچاسی سال کی عمر کے درمیان کسی وقت فوت ہونا تھا۔ ان کی عمر کو زیادہ ثابت کرنے اور ان کے عرصہ حیات کو پچھتر سال کے قریب تر لانے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مساعی سے مقصود اس پیش گوئی اور الہام کی صحت و صداقت کو ثابت کرنا ہے۔

پیش گوئی کی تکمیل کو منوانے کی تمنا کا انکشاف قادیانیت کے ایک مبلغ مولوی عبدالرحیم درد۔ایم۔اے کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ جو اس نے سیرت المہدی کے مؤلف مرزا بشیر احمد کو مرزا صاحب کی عمر کی بابت ان کی تحقیق کو سراہتے ہوئے لکھا تھا۔ اس نے ان پر زور دیا کہ اس مسئلے کو قطعی طور پر حل کر دیا جائے تا کہ سال ولادت ۱۸۳۶ء اور ۱۸۳۷ء کے مابین طے کر دی جائے۔ اسی یا اس کے قریب کے الہامات جن کا اعادہ (اربعین نمبر۳ ص ۳۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۲، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۶۶، ازالہ اوہام ص ۶۳۵، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳) میں کیا گیا ہے، کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا کہ:

مرزا صاحب نے ان الہامات کا مفہوم یوں بیان کیا تھا: ”جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں۔ وہ تو ۷۴ اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔“

پس اگر آپ کی عمر شمسی یا قمری حساب سے اس کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو الہامات پورے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء اور ۱۸۲۲ء کے اندر ثابت ہو جائے تو کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔“ (سیرۃ المہدی ج ۳ ص ۱۸۷، ۱۸۸، روایت نمبر ۷۶۳) اسی دلیل کا انکشاف (سیرت المہدی ج ۳ ص ۷۶) پر بھی کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے تاریخ ولادت ۱۳؍فروری ۱۸۳۵ طے کرنے کے بعد ہجری کیلنڈر کے مطابق مرزا صاحب کی عمر پچھتر سال سے زیادہ نکالی ہے۔ (سیرت المہدی ج ۳ ص ۷۶)

مرزا صاحب ایک ایسے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ جو اگرچہ ماضی میں متمول اور خوشحال تھا۔ لیکن ان کی پیدائش کے وقت سخت مالی مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ان کے والد غلام مرتضیٰ نے ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کیا تھا اور جنگ آزادی کے مجاہدین جنہیں حکومت وقت باغی قرار دیتی تھی، کو کچلنے میں مدد دینے کی خاطر برطانوی فوج کو پچاس گھوڑے اور پچاس رنگروٹ فراہم کئے تھے۔ اس کے صلہ میں انہیں حکومت کے ہاں کچھ عزت حاصل تھی۔ اس لئے برطانوی حکومت کی مدح وستائش کا رجحان مرزا صاحب کے اندر بچپن سے موت تک پختہ رہا۔ وہ اپنی متعدد کتابوں اور رسالوں میں برطانوی حکومت سے اپنے والد کی وفاداری اور گورنر کے دربار میں ایک نشست کا اعزاز پانے کا تذکرہ بڑے فخر سے پیش کرتے اور دہراتے ہیں اور اپنی تحریروں میں مذکورہ حکومت سے خود اپنی لازوال وفاداری کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب نے چند اساتذہ سے کچھ دینی تعلیم پائی تھی۔ خاندان کی مالی حالت کی وجہ سے انہیں پندرہ روپے ماہانہ کی قلیل تنخواہ پر سیالکوٹ کی عدالتوں میں کلرک کی آسامی پر ملازمت کرنا پڑی جو ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک جاری رہی۔ بعد ازاں انہوں نے ملازمت سے استعفاء دے دیا اور خاندانی جائیداد کی بحالی کی خاطر مقدمہ بازی اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ جب وہ تقریباً پینتیس سال کے ہوئے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔

(کتاب البریہ ص ۱۴۶ تا ۱۶۰، خزائن ج ۱۳ ص ۱۷۶ تا ۱۹۲ ملخص)

گزشتہ صدی کے ساتویں عشرے کے اختتام پر انہوں نے عیسائیت، آریہ سماج اور براہمو سماج کے خلاف کچھ مضامین تحریر کرنا شروع کیے اور ان مذاہب کے عالموں اور پیروکاروں کے ساتھ مباحثے اور مناظرے کیے اس طرح مسلمان علماء اور پڑھے لکھے طبقے میں ان کا تعارف ہوا اور ان حلقوں میں انہیں کچھ مقبولیت حاصل ہو گئی۔

۱۸۷۹ء میں انہوں نے ایک پمفلٹ میں عیسائیت اور ہندومت پر اسلام کی برتری کے ثبوت پر ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ مشتہر کیا۔ جو تین سو دلائل پر مشتمل ہو گی۔ اپنے پاس طباعت کی رقم نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنے عطیات، چندے یا کتاب کی پیشگی قیمت بھیجیں۔ انہوں نے (حقیقت الوحی ص ۳۳۷ خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۰) پر لکھا ہے کہ جب انہوں نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ تالیف کی تو اسے چھپوانے کے لئے ان کے پاس رقم نہ تھی۔ انہوں نے اللہ سے التجا کی اور ایک الہام کے نزول کا دعویٰ کیا۔ جس کے مطابق انہوں نے خطوط لکھے اور مختلف ذرائع سے رقم حاصل کی۔ کتاب کی قیمت پہلے دوسروں کے لئے ۲۵ روپے اور مسلمانوں کے لئے ۱۰ روپے مقرر کی گئی۔ (براہین احمدیہ ج ۳ ٹائٹل پیج کی پشت پر، خزائن ج ۱ ص ۱۴۴)

پہلی دو جلدوں کی طباعت کے بعد اس کی قیمت دوسروں کے لئے ۱۰۰ روپے اور مسلمانوں کے لئے ۱۰ روپے یا ۱۵ روپے رکھی گئی تھی۔ (ایضاً ص ۶۷) لوگوں کی کافی تعداد نے کتاب کی قیمت پیشگی ادا کر دی۔ لیکن ۱۸۸۴ء تک چار سالوں میں کتاب کی صرف چار جلدیں طبع ہو سکیں۔ پانچویں جلد ۱۹۰۵ء میں چھپی۔ چوتھی اور پانچویں جلد کی طباعت کے دوران دو عشروں سے زیادہ مدت میں مرزا صاحب نے تقریباً اسی کتابیں تالیف کیں۔ تاہم وہ پوری کتاب کی قیمت ادا کرنے والوں کے احتجاج اور کئی لوگوں کی مخالفانہ تنقید کے باوجود پانچویں جلد مکمل نہ کر سکے۔

(ایضاً ج ۵ ص ۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی پہلی جلد صرف ۸۲ صفحات پر مشتمل تھی (جو ۱۹۷۰ء کے ایڈیشن میں مختصر ہو کر صرف ۲۵ صفحات کی رہ گئی) یہ ۱۸۸۰ء میں چھپی تھی اور کتاب کی ضرورت کے مبادیات، عطیات دہندگان کی فہرست، چند نظموں اور ایک پمفلٹ جس میں ایسے شخص کو جو اپنے مذہب کی الہامی کتابوں سے خواہ دلائل کا پانچواں حصہ ہی غلط ثابت کر دکھائے ۱۰۰۰۰ روپے کی انعامی رقم دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، پر مشتمل ہے۔

دوسری جلد جو ۵۵ صفحات (نئے ایڈیشن میں ۴۰ صفحات) کے صرف مقدمے پر مشتمل ہے، بھی ۱۸۸۰ء میں طبع ہوئی تھی۔ جلد سوم جو ۱۴۳ صفحات (نئے ایڈیشن میں ۱۰۰ صفحات) پر مشتمل ہے، ۱۸۸۲ء میں چھپی تھی جبکہ جلد چہارم جو ۲۸۲ صفحات (نئے ایڈیشن میں ۱۹۱ صفحات) پر مشتمل ہے، ۱۸۸۴ء میں چھپی تھی۔ (سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۵۱ تواریخ طباعت کے لئے دیکھئے)

کتاب کی جلد پنجم (ص ۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً مرزا صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ اسے پچاس جلدوں میں چھپوایا جائے اور چندہ دینے والوں کی ایک بڑی تعداد سے کتاب کی پیشگی قیمت وصول کر لی گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اعلان کر دیا کہ چونکہ ۵ اور ۵۰ کے ہندسوں میں صرف ایک صفر کا فرق ہے۔ اس لئے جلد پنجم کی طباعت کے ساتھ ہی ان کا وعدہ پورا ہو گیا۔

کتاب کی طباعت سے کافی عرصہ پہلے اس کے تشہیری پمفلٹوں کے جواب میں مسلمانوں کے موافق ردعمل کے باوجود مرزا صاحب نے متمول مسلمانوں کی شکایت کرنے اور ان پر بے اعتنائی اختیار کرنے کے الزامات لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عطیات کی صرف دو مثالیں نقل کی جاتی ہیں۔ صرف ایک شخص کی طرف سے پانچ ہزار روپے جو موجودہ وقت میں کئی لاکھ کے مساوی ہوتے ہیں، پیش کئے گئے جبکہ ایک دوسرے شخص نے پانچ سو روپے کی رقم دو قسطوں میں پیش کی۔ (دیکھئے عرض ناشر، براہین احمدیہ جلد اوّل ص ۵ طبع ۱۹۷۰ء)

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہیں تین لاکھ سے زیادہ الہامات ہوئے۔ ان میں سے پچاس ہزار مالی امور سے متعلق ہیں۔ یعنی آیا اور کب مال حاصل کیا جائے۔ اس دعوے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں مالی امور ہر چیز سے بلند تھے۔

براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل کا وعدہ کیا گیا تھا، کا مرکزی موضوع خدائی الہامات یا وحی ہیں۔ جو بقول مرزا صاحب، نبی پاک کے ان متبعین میں ہمیشہ جاری رہتے ہیں جو اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ مقصد جس کی خاطر کتاب کی طباعت کا وعدہ کیا گیا، پورا ہوا یا نہیں تاہم جو واحد مقصد پیش نظر تھا اور اس کا کوئی وعدہ نہ تھا، خوب پورا ہوا۔ جلد سوم اور چہارم کا مرکزی نقطہ مرزا صاحب کے وہ مزعومہ الہامات اور خیالات ہیں جو ان کے آگے جا کر مسیح موعود، مہدی معہود اور نبی ہونے کے دعوؤں کی بنیاد بنے تھے۔ تاہم مامور من اللہ (اللہ کی جانب سے مامور) ہونے کا اساسی دعویٰ کتاب کی جلد سوم میں کیا گیا تھا۔ (سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۵۱) جبکہ جلد چہارم میں انہوں نے مجددیت کی نشانی ملنے کا دعویٰ کیا۔

(براہین ص ۵۰۲، ۵۰۳، خزائن ج ۱ ص ۵۹۶، ۵۹۹، حیات طیبہ از عبدالقادر ص ۶۹، سیرت المہدی ج ۲ ص ۱۵۱)

اسی طرح کتاب کو عوام کے اخراجات سے چھپوانے کا حقیقی مقصد اپنی ذات کی تشہیر، اپنے مزعومہ الہامات کا اعلان اور اپنے ان خیالات کی اشاعت جو آخر الامر انہیں نبوت کا دعویٰ کرنے میں مدد دے سکیں، کے سوا کچھ نہ نکلا۔ اس آخری نکتے کی صحت کے ثبوت کے لئے براہین احمدیہ سے چند اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔

۱...... ''اور یہ بھی ان کو معلوم رہے کہ تحقیقی الہام ربانی کے لئے کہ جو خاص خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے ایک اور راستہ بھی کھلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں۔ ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امور غیبیہ بتلاتے ہیں۔ جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں اور خدا تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمان داروں کو عطاء کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کو خدا کا سچا اور کامل اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور اتم اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۱۵، خزائن ج ۱ ص ۲۳۸ حاشیہ)

۲...... ''اور گو وحی بجہت عدم ضرورت منقطع ہے۔ لیکن یہ الہام کہ جو آنحضرت ﷺ کے باخلاص خادموں کو ہوتا ہے۔ یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا اور یہ الہام وحی رسالت پر ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔'' (ایضاً ص ۲۱۵، خزائن ج ۱ ص ۲۳۸ حاشیہ)

۳...... ''پھر نہ معلوم مولوی صاحب نے کہاں اور کس سے سن لیا کہ لفظ الہام کے کتب دین میں وہی معنی کرنے چاہئیں جو کتب لغت میں مندرج ہیں۔ جبکہ سواد اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہے۔'' (ایضاً ص ۲۲۱، خزائن ج ۱ ص ۲۴۴ حاشیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴...... ”مگر مناسب ہے کہ اس قدر ضرور ظاہر کر دیں کہ ہم میں اور دوسری تمام جماعت مسلمانوں میں نزاع لفظی ہے۔ جن علامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں۔ انہی کو علماء اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۲۲، خزائن ج ۱ ص ۲۴۶ حاشیہ)

۵...... ”انہیں معنوں کر کے تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں اور باطنی علم کا ورثہ ان کو نہیں مل سکتا تو پھر وہ وارث کیونکر اور کیسے ہوئے۔“ (ایضاً ص ۲۳۱، خزائن ج ۱ ص ۲۵۶ حاشیہ)

۶...... ”کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں کہ اس امت میں محدث ہوں گے۔“

(ایضاً ص ۲۳۱، خزائن ج ۱ ص ۲۵۶ حاشیہ)

۷...... ”ان ضلالتوں کا نہایت پر زور ہونا اور زمانہ کا نہایت فاسد ہونا اور منکروں کا نہایت مکار ہونا اور غافلوں کا نہایت خوابیدہ ہونا اور مخالفوں کا اشد فی الکفر ہونا اس بات کے لئے بہت ہی تقاضا کرتا ہے کہ ایسے شخص کا علم لدنی مشابہ بالرسل ہو اور یہی لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں امثل اور قرآن شریف میں صدیق آیا ہے۔“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ۲۳۳، خزائن ج ۱ ص ۲۵۷ حاشیہ)

۸...... ”اوران لوگوں کا زمانہ ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعث سے بہت ہی مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے پیغمبر اس وقت آتے رہے ہیں کہ جب دنیا میں سخت درجے پر گمراہی اور غفلت پھیلتی رہی ہے۔ ایسا ہی یہ لوگ بھی اس وقت آتے ہیں کہ جب ہر طرف گمراہی کا سخت غلبہ ہوتا ہے اور حق سے ہنسی کی جاتی ہے۔“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۳۳، خزائن ج ۱ ص ۲۵۸ حاشیہ)

۹...... ”یااحمد بارک اللہ فیک“

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۳۸، خزائن ج ۱ ص ۲۶۵ حاشیہ در حاشیہ)

”ای اول تائب الی اللہ بامر اللہ فی ھذاالزمان...... قل جاء الحق وزھق الباطل...... قل ان افتریہ فعلی اجرامی ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۳۹، خزائن ج ۱ ص ۲۶۵)

”یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک انک باعیننا یرفع اللہ ذکرک“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۱، خزائن ج ۱ ص ۲۶۷)

”یاایھاالمدثرقم فانذروربک فکبر...... انی رافعک الی والقیت علیک محبۃ منی“ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۲، خزائن ج ۱ ص ۲۶۷)

ترجمہ:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اے احمد اللہ تجھ میں برکت دے۔
تو اللہ کے حکم سے اس زمانے میں اللہ کی طرف پہلا تائب ہے۔
تو کہہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔
تو کہہ اگر میں نے اسے جھوٹ بنا لیا تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے۔
وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا۔
اے احمد تیرے ہونٹوں پر رحمت جاری ہو گئی ہے۔ بیشک تو ہماری نگاہوں میں ہے۔ اللہ تیرا ذکر بلند کرے گا۔

اے مدثر اٹھ پس ڈرا اور اپنے رب ہی کی بڑھائی بیان کر۔ میں تجھے اپنے پاس اٹھاؤں گا اور تجھ پر میں نے اپنی محبت ڈال دی ہے۔

۱۰...... ''اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ امتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت ﷺ کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت ﷺ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب حق ''ارشدك الله'' تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں۔ اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلیل سے آنحضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں...... اپنے رسول مقبول ﷺ کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ﷺ ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات کا اپنے غایت اتباع کے جہت سے اس شخص نورانی کے لئے جو وجود باجود حضرت نبوی ہے۔ مثل ظل ٹھہر جاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کے اصل میں ہے، ایک ایسا امر ہے کہ جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی پر پوشیدہ نہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۲، ۲۴۳، خزائن ج ۱ ص ۲۶۸، ۲۶۹ حاشیہ درحاشیہ، نیز دیکھئے ص ۳۰۱، خزائن ج ۱ ص ۳۴۹)

۱۱...... "یاادم اسکن انت وزوجك الجنة، یامریم اسکن انت وزوجك الجنة، یااحمد اسکن انت وزوجك الجنة، نفخت فیك من لدنی روح الصدق" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۶، خزائن ج ۱ ص ۵۹۰، ۵۹۱)

جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یوں کیا ہے:

"اے آدم! اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے، جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔ (پھر وضاحت کرتے ہیں کہ) اس آیت میں بھی روحانی آدم کا وجہ تسمیہ بیان کیا گیا۔ یعنی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلاتوسط اسباب (ماں باپ) ہے۔ ایسا ہی روحانی آدم میں بلاتوسط اسباب ظاہریہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطاء کی جاتی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۷، خزائن ج ۱ ص ۵۹۱)

۱۲...... "انا انزلناہ قریبا من القادیان۔ وبالحق انزلناہ و بالحق نزل۔ صدق اللہ ورسولہ وکان امر اللہ مفعولا" مرزا صاحب نے اس کی توضیح یوں کی ہے:

"یعنی ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا، وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے:" ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ "یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہیں۔ گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں...... اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ (مرزا صاحب) احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ (مرزا صاحب) محمد ہے ﷺ۔ (یہ ملحوظ رہے کہ مرزا صاحب جب اپنا تذکرہ کرتے ہیں تو ﷺ کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف انبیاء کے لئے مستعمل ہیں) سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے۔ اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، ۵۹۴ حاشیہ در حاشیہ)

۱۳...... "پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۰۱، خزائن ج ۱ ص ۵۹۶ حاشیہ در حاشیہ)

۱۴...... "غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اس عاجز کو عطاء فرمائے ہیں۔ وہ امم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطاء نہیں فرمائے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ ص ۵۰۱، خزائن ج ۱ ص ۵۹۷)

۱۵...... "یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص...... نے بیان کیا کہ مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو رسولوں کے وحی سے مشابہ ہے، باصرار تمام انکار کر رہے ہیں...... ان کی اس بارہ میں حجت یہ ہے کہ اگر یہ الہام حق اور صحیح ہے تو صحابہ جناب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر خدا ﷺ اس کے پانے کے لئے احق اور اولی تھے...... اس کی تصدیق کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے ان کے الہامات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے، اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احادیث سے مشرف ہوتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۴۵، ۵۴۶، خزائن ج ا ص ۶۵۱، ۶۵۲ حاشیہ در حاشیہ)

۱۶...... "خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر یک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطاء کیا اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبد و صحت نیت و حسن ایمان داخل ہوگا۔ وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے: "مبارك و مبارك وكل امر مبارك يجعل فيه" یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر یک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۵۸، خزائن ج ا ص ۶۶۶، ۶۶۷ حاشیہ در حاشیہ)

براہین احمدیہ کے حصہ سوم اور چہارم کے مندرجہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

۱...... مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست ربط رکھنے اور ہم کلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۲...... مرزا صاحب نے اپنے الہام کو وحی کا نام دیا اور علماء کی طرف سے ممکنہ اعتراض کے خوف کی وجہ سے لکھا کہ یہ صرف لغوی نزاع ہے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف سے حاصل کردہ معلومات کو وحی کہا ہے۔ جبکہ علماء اسے الہام کہتے ہیں۔

۳...... مرزا صاحب کو امور غیبیہ اور مستقبل کے واقعات کا علم دیا گیا تھا۔

۴...... گناہوں سے پر اس عہد میں اس طرح کا مصلح ایک پیغمبر کی مانند ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو حدیث میں امثل اور قرآن میں صدیق کہا گیا ہے۔

۵...... ان جیسے لوگوں کا ظہور پیغمبروں کی بعثت سے مماثلت رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶...... اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی مانند کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی سنت کی کامل اتباع کرے تو وہ آپ کا ظل (سایہ) ہو سکتا ہے۔

۷...... ظل کی حالت اور رویے کا اظہار اصل رہنماء کی شخصیت کا اظہار ہے۔

۸...... اگر اصل حامد ہے تو ظل احمد ہے اور اگر اصل رہنماء محمود ہے تو ظل محمد ﷺ ہے اور مرزا صاحب لفظ محمد کے بعد جوان کے خیال میں ان کا نام ہے ﷺ کے دعائیہ کلمات جو صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہیں، استعمال کرتے ہیں اور رسول پاک کے اسماء کے بعد یہ کلمات نہیں لکھتے۔

۹...... مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ظہور کی پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی مصداق تھے جبکہ ان کا روحانی اطلاق مرزا صاحب پر ہوتا ہے۔

۱۰...... محدث کے ظہور کی پیش گوئی خود رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی اور مجدد الف ثانی کے قول کے مطابق محدث وہ شخص ہوتا ہے جسے براہ راست اللہ سے ہم کلام اور مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ انبیاء کے مرتبے سے قریب تر ہوتا ہے۔

۱۱...... قرآنی آیت ''هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله'' مرزا صاحب کے لئے نازل ہوئی۔

۱۲...... اگرچہ مندرجہ بالا آیت مادی اور سیاسی اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے پیش گوئی ہے۔ لیکن مرزا صاحب دنیا میں حضرت مسیح کے ظہور اول کا نمونہ ہیں اور دونوں ایک ہی جوہر کے ٹکڑے ہیں۔

۱۳...... اللہ نے مرزا صاحب کو وحی بھیجی کہ اس نے انہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطاء کئے ہیں۔ بیت الفکر وہ چوبارہ ہے جہاں بیٹھ کر انہوں نے براہین احمدیہ لکھی اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارے کے نزدیک بنائی گئی تھی۔ الہام کی رو سے یہ مسجد متبرک ہے اور برکتیں عطاء کرتی ہے اور اس میں ہر برکت والا کام کیا جائے گا۔

ان نکات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے دعویٰ کی بنیاد اٹھاتے ہوئے مرزا صاحب نے تسلسل کے ساتھ الہام پر زور دیا ہے۔ جسے وہ اپنی بیان کردہ وجوہات کی بناء پر وحی کہتے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۲ء میں دعویٰ کیا کہ وہ مامور من اللہ ہیں اور ان کا مقصد اصلاح ہے۔ اس کی تفصیلات براہین احمدیہ کی جلد سوم میں موجود ہیں۔ لیکن اس کے بعد انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنے میں دو سال لگا دیئے۔ مسیح ہونے کے دعویٰ کے لئے انہوں نے لکھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت رکھتے ہیں اور وہی شخص ہیں۔ جو وہی کام انجام دے گا جس کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو جسمانی شکل میں بھیجا گیا۔ ظلی نبوت کے دعویٰ کرنے کے لئے انہوں نے کہا کہ ان کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔ جو قرآن کی زبان اور آیات کی شکل میں ہوتی ہے اور وہی آیت ۴۸:۲۸ کا مصداق ہیں۔

وہ نبی کے ظل ہیں اور ظل اصل کی تمام صفات کا حامل ہوتا ہے۔ اس طرح مسیح موعود اور نبی ہونے کے آئندہ دعویٰ کے سلسلے میں تمام رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اپنے دعویٰ کے مطابق ان پر الہامات کے نزول کی کیفیات پانچ ہیں جن میں سے دو اس کیفیت سے انتہائی مشابہت رکھتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔

ان حوالوں میں سے ایک حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں مسیح کی صورت میں جسمانی طور پر آ رہا ہے۔ بعد میں جو کچھ کہا گیا وہ صرف یہ ثابت کرنے کی ایک کوشش تھی کہ مسیح کشمیر میں قدرتی موت مر چکا ہے اور اس کا جسمانی حالت میں دوبارہ آنا ناممکن ہے۔ نتیجتاً مثیل مسیح یعنی مرزا صاحب کو مسیح کے دوبارہ آمد کی پیشگوئی پوری کرنا پڑی۔

رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں قرآن کریم میں ایک واضح آیت موجود ہے۔ یہ رکاوٹ اس طرح دور کی گئی کہ لفظ خاتم کے نئے معنی دریافت کئے گئے کہ آج کے بعد نبی امت مسلمہ سے بھیجے جائیں گے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی مہر سے سند حاصل کریں گے۔

گو مہدی کا ذکر نہیں لیکن مرزا صاحب نے اپنے اندر جن صفات کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کے پیش نظر مہدی ہونے کا دعویٰ کرنا مشکل نہ تھا۔

مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد عیسائی مشنریوں سے بھی مناظرے کئے۔ عبداللہ آتھم ایک عیسائی تھا۔ جو مناظرہ بازی کا ماہر تھا۔ مرزا صاحب نے ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک اس کے ساتھ اور دیگر عیسائی مشنریوں کے ساتھ مناظرے کئے۔ جو اسلام بحیثیت مذہب کے سچا اور برتر ہونے کے بارے میں تھے۔ مناظرے کے آخری دن مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی اس طرح کی:

"آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے...... میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے اور روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔" (جنگ مقدس ص ۱۸۸، ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۱، ۲۹۳)

۲۲/اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا صاحب نے ایک مکتوب منشی رستم علی کو لکھا۔ جس میں انہوں نے اس اضطراب کا اظہار کیا کہ وہ شخص (آتھم) ابھی تک صحت مند اور موٹا تازہ ہے۔ انہوں نے امتحان سے بچ جانے کی دعا مانگی۔" (مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۱۰۵ طبع جدید)

(سیرت المہدی جلد اوّل ص ۱۷۸، روایت نمبر ۱۶۰) میں ان اقدامات کا ذکر ہے جو مرزا صاحب نے اپنی پیش گوئی کو پورا کرنے کے سلسلے میں کئے۔ اس کتاب میں یہ کہا گیا ہے کہ میاں عبداللہ سنوری نے انہیں اطلاع دی کہ آتھم کے بارے میں پیش گوئی کی میعاد پوری ہونے سے ایک دن پہلے مسیح موعود نے اسے اور میاں احمد علی کو کہا کہ وہ اتنے وزن میں چنے لائیں اور ان پر فلاں سورہ قرآن اتنی بار پڑھیں۔ (راوی کو تعداد اور سورہ یاد نہیں) میاں عبداللہ سنوری نے کہا کہ اس نے قرآن کی اس سورہ کی تلاوت تمام رات کی۔ مرزا صاحب دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی جانب لے گئے اور حکم دیا کہ یہ چنے کسی غیر آباد کنویں میں ڈال دیں اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر پیچھے دیکھے بغیر لوٹ آئیں۔ دونوں نے حسب ہدایت عمل کیا۔"

"پیش گوئی کے آخری دن احمدیوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے اور وہ انتہائی مایوس تھے۔ بعض لوگوں نے لاعلمی کی بناء پر آتھم کی موت پر شرط لگا دی تھی۔ ہر طرف دل گرفتگی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ دعاؤں میں روتے تھے اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ انہیں بے عزت نہ کیا جائے۔" (سیرت مسیح موعود ص ۹، از شیخ یعقوب علی وقادیانی مذہب ص ۳۲۵)

مرزا صاحب نے اس کی وضاحت یہ کہہ کر کی کہ پیش گوئی اس شرط کے تحت تھی کہ آتھم (اپنے عقائد سے) دستبردار نہ ہو۔ پس خود مناظرہ میں ہی اس نے لفظ دجال واپس لے لیا تھا جو کہ اس نے رسول ﷺ کے بارہ میں ستر افراد کے سامنے کہا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کا یہ رجوع مسلسل پندرہ مہینوں کی خاموشی کے ذریعے ثابت ہو گیا۔ پیش گوئی کی بنیاد یہ تھی کہ اس (آتھم) نے رسول اللہ ﷺ کو دجال کہا تھا اور اس گناہ کی پشیمانی کی شدت سے وہ پندرہ مہینوں کے بعد مر گیا۔" (حقیقت الوحی ص ۱۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۳، کشتی نوح ص ۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶)

مرزا صاحب نے "نسیم دعوت" (ص ۸۱، خزائن ج ۱۹ ص ۴۵۱) پر لکھا کہ: "بعض دفعہ پیش گوئی کی تکمیل گناہ کی پشیمانی سے مؤخر ہو جاتی ہے۔ پیش گوئی کی تکمیل پر کوئی اعتراض اسی صورت میں وارد ہو سکتا تھا۔ جب وہ خود آتھم سے پہلے مر جائیں۔"

یہ ملحوظ رہے کہ پیش گوئی میں اس قسم کی کوئی بات شامل نہ تھی کہ آتھم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ پیش گوئی کی بنیاد یہ تھی کہ آتھم سچے خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو الوہیت کا درجہ دیتا ہے۔ اشارہ اس کے انجیلوں پر عقیدے کی طرف تھا۔ پیش گوئی کی تکمیل کے بغیر ہی آتھم کی موت کے لئے مقرر کردہ پندرہ مہینوں کا عرصہ گزر گیا۔

امرتسر کے مولوی ثناء اللہ، مرزا صاحب کے بڑے مخالفوں میں سے ایک تھے۔ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک مکتوب انہیں سخت غصے کے عالم میں (جو مکتوب کی زبان سے عیاں ہے) لکھا۔ جس میں انہوں نے اپنے خلاف ان (مولوی ثناء اللہ) کے اس پراپیگنڈہ کا حوالہ دیا کہ وہ کذاب، جھوٹے اور دجال ہیں اور پھر اعلان کیا کہ:

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ، مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔" آخر میں دعا کی گئی کہ اللہ اس بارے میں اپنا فیصلہ نازل فرمائے۔

(حیات طیبہ ص ۴۲۴ تا ۴۲۵)

حقیقت یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ طویل عرصہ تک مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اپنے پیروؤں کے عام مؤقف کے مطابق اسہال سے اور اپنے سسر کے مؤقف کے مطابق ہیضہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

(حیات ناصر ص ۱۴ مؤلفہ میر نواب ناصر قادیانی)

مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کے مریدوں نے صورت حال کو الجھانا شروع کر دیا کہ یہ مکتوب (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور دعا مانگنا کہ جو شخص صحیح راستے پر نہ ہو وہ مر جائے) کی پیش کش تھی۔ لیکن مولوی ثناء اللہ نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔ حالانکہ یہ مکتوب اس طرح کی تاویل کا متحمل نہیں بلکہ صاف صاف یکطرفہ طور پر ایک ایسا معاملہ ہے جس میں دوسرے کی رضامندی کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ کوئی اہم امر نہیں کہ کون پہلے مرتا ہے۔ مرزا صاحب کی وفات قبل از وفات مولوی ثناء اللہ نے اس لئے اہمیت اختیار کر لی کیونکہ مرزا صاحب سخت اور گستاخانہ زبان استعمال کرتے اور اکثر اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے یا کذاب ہونے کے ثبوت کے طور پر زندگی اور موت کو ٹیسٹ قرار دیتے۔

اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے مرزا صاحب نے جو طریقے اختیار کئے ان میں اپنے مخالفوں کی موت کی پیش گوئی کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی مخالف مرتا کہ اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہی تھا۔ تو یہ مرزا صاحب کی مزعومہ بعثت کی سچائی کا ثبوت تصور کیا جاتا۔ آخر کار مرزا صاحب کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ڈپٹی کمشنر) گورداسپور کے حکم مورخہ ۲۳ راگست ۱۸۹۷ء جو ان کے خلاف ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے تحت نقص امن کے سلسلے میں مقدمہ میں جاری کیا گیا، کے ذریعے مجبور کیا گیا کہ وہ کسی شخص کی موت یا تذلیل کی پیش گوئیاں کرنے سے باز رہیں۔

(کتاب البریہ ص ۲۶۱، خزائن ج ۱۳ ص ۳۰۱)

بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں یقین دہانی کرائی کہ ایسی زبان استعمال نہیں کریں گے۔ (تبلیغ رسالت حصہ ششم ص ۱۶۸، نیز ۱۶۶، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۶۶، ۲۶۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن مرزا صاحب نے اس کا انکار کیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس قسم کی یقین دہانی ۱۸۹۹ء میں ۲۴ فروری کو مسٹر ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کرائی۔

(تبلیغ رسالت حصہ ہشتم ص ۴۴، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۳۴)

براہین احمدیہ، جس میں مرزا صاحب نے وحی خداوندی کے نزول پر بہت زور دیا ہے، کی اشاعت نے مسلمانوں کے جذبہ تجسس کو خاصی حد تک ابھارا۔ وہ مرزا صاحب کی دوسری پیش گوئیوں اور ان کے پورے ہونے کا انتظار کرتے رہتے۔ مرزا صاحب نے اپنی پیش گوئیوں پر مشتمل پمفلٹ بھی شائع کیے۔ یہ پیش گوئیاں پوری نہ ہوئیں۔ اس طرح مرزا صاحب اعتراضات اور تمسخر کا نشانہ بنے اور اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے انہیں اپنے اقوال کی صحت کے لئے تاویل (کسی لفظ کے معنی کا مختلف مفہوم لینا) کا سہارا لینا پڑا۔

مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۱) کو ایک وحی ایک پمفلٹ میں شائع کی کہ ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کا نام عمانوئیل اور بشیر ہوگا۔ اس موقع پر جو بھی پیدا ہوگا وہ دولت مند ہوگا اور بڑی شان و شوکت کا مالک ہوگا۔ جب وہ آئے گا تو وہ ان کی کئی بیماریاں اپنی معجزانہ طاقت سے دور کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ (اللہ کا کلمہ) ہوگا۔ لوگوں نے اس وحی کے پورا ہونے کا انتظار شروع کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ مئی ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس موقع پر جیسا کہ سیرت المہدی کے مصنف نے کہا جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان رکھتے تھے، مایوس ہوئے۔ جبکہ ان لوگوں میں جو ایمان نہیں رکھتے یا ان کے مخالف تھے۔ تمسخر اور ہنسی مذاق کی ایسی لہر اٹھی کہ اس سے زلزلہ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ مرزا صاحب نے پمفلٹ اور خطوط کے ذریعے اعلان کیا کہ اس وحی میں ایسا کوئی اشارہ نہ تھا کہ اسی حمل میں لڑکا پیدا ہوگا۔

(سیرت المہدی ج اول ص ۱۰۶)

بعد ازاں اگست ۱۸۸۷ء میں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش پر بہت خوشی منائی گئی اور جن کا ایمان ڈگمگا گیا تھا، پختہ ہوگیا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ فرزند موعود ہے اور مرزا صاحب بشیر اول کی پیدائش پر یہی رائے رکھتے تھے۔ لوگوں نے مرزا صاحب کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ایک سال بعد وہ لڑکا مر گیا۔ اس واقعہ نے ملک میں اس قدر طوفان اور زلزلہ بپا کیا کہ اس کی مانند قبل ازیں اور بعد ازیں کبھی دیکھا نہ سنا گیا۔ بہت سے ایسے لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوان پر یقین رکھتے تھے۔ایسا دھکا لگا کہ پھر مرزا صاحب کی طرف راجع نہ ہوئے۔ مرزا صاحب نے پھر لوگوں کو خطوط اور پمفلٹ کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی کہ انہیں کبھی یہ یقین نہ تھا کہ یہی لڑکا وحی کا مصداق ہے۔

چونکہ ان پر کئی بار وحی کا نزول ہوا جس میں اس کے درجات بہت بلند کئے گئے۔ تو انہوں نے سوچا کہ شاید یہی لڑکا فرزند موعود ہوگا۔ لیکن خود وحی میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں تھا۔ ان کے کچھ مریدوں کو ان کی اس تاویل پر یقین آ گیا۔ جبکہ دیگر پیرو مایوس ہوئے اور مخالفوں نے تمسخر اڑایا۔ (سیرت المہدی جلد اول ص ۱۰۶)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ وحی پر مشتمل پمفلٹ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو شائع ہوا۔ ایک اور پمفلٹ ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا۔ جس میں کہا گیا کہ یہ لڑکا نو سال کے اندر پیدا ہوگا۔ تیسرا پمفلٹ ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع ہوا۔ جس میں بیان کیا گیا کہ جلد ہی ایک لڑکا پیدا ہوگا اور اس کے پیدا ہونے کا عرصہ حمل کے عرصے سے زیادہ نہیں ہوگا۔

(تبلیغ رسالت حصہ اول ص ۸۶، ۸۷، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۲۷، ۱۲۸)

اسی وجہ سے جب مئی ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو لوگوں نے مرزا صاحب کا مذاق اڑایا۔ لیکن مرزا صاحب نے اسے بھی اپنے حق میں استعمال کیا۔ کہا گیا کہ یہ پیش گوئی کبھی نہیں کی گئی کہ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا۔ حمل کے عرصے سے زیادہ عرصہ نہ ہونے کے الفاظ کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکا اڑھائی یا تین سال میں پیدا ہو اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نو سال کے اندر لڑکا کسی وقت بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ (ایضاً) ظاہر ہے کہ یہ تاویلات لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتی تھیں۔

یہ وضاحت کہ مرزا صاحب کو یقین نہ تھا کہ بشیر اوّل وحی کا مصداق ہے۔ پمفلٹ ۷ر اگست ۱۸۸۷ء کی روشنی میں پرکھی جا سکتی ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے بکمال مسرت پورے اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ اس رات کو ڈیڑھ بجے پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اور وہ بابرکت فرزند پیدا ہوا۔ (تبلیغ رسالت حصہ اوّل ص ۹۹، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۴۱)

پمفلٹ کا عنوان ہی خوشخبری رکھا گیا۔ خوشخبری کے پمفلٹ نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کو خود بھی یقین تھا اور انہوں نے خود ہی یہ خبر عوام میں پھیلائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے ساتھ شادی کرنے کی کوششیں اوران میں ناکامی کا سب کو علم ہے۔ ۲۰ر فروری ۱۸۸۷ء کے پمفلٹ میں، جس میں لڑکے کی پیدائش کے بارے میں پیش گوئی تھی، ایک اور پیش گوئی درج کی گئی جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ وحی کی بنیاد پر کی گئی۔ اس میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ''خدا نے انہیں عورتوں کی اچھی خبریں دی ہیں۔ جن میں سے کچھ کو وہ مستقبل میں حاصل کر سکیں گے۔'' ان کے دوسرے پمفلٹوں اور تحریروں سے ظاہر ہے کہ یہ خبریں ان کی مستقبل کی شادیوں کے بارے میں تھیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی ''آخری شادی ۱۷ر نومبر ۱۸۸۴ء کو ہوئی تھی۔''

(حیات طیبہ ص ۷۶)

مرزا صاحب نے مولوی نور الدین کے نام ۸ر جون ۱۸۸۶ء کے ایک مکتوب میں لکھا کہ: ''تقریباً چار ماہ پہلے ان پر یہ کشف ہوا کہ ان کے ہاں ایک صاحب درجات لڑکا تولد ہوگا۔ کچھ عرصہ سے انہیں کئی الہام ہو رہے تھے کہ ان کی پھر شادی ہوگی اور اللہ کی طرف سے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہیں ایک نیک اور پاک باز بیوی عطاء کی جائے گی۔ جس سے ان کی اولاد ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے شادی کے دو پیغامات بھیجے جو نا منظور ہوئے۔''

(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۵)

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا انہیں پیش گوئی کے طور پر مطلع کیا ہے کہ ان کی شادی مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی سے ہوگی۔ خواہ کنوارپن کی حالت میں خواہ بیوگی کی صورت میں۔

(ازالہ اوہام ص ۳۹۶، خزائن ج ۳ ص ۳۰۵)

۱۰ر مئی ۱۸۸۸ء کو مرزا صاحب کی طرف سے شادی کی درخواست کا ایک خط اخبار نور افشاں میں شائع ہوا۔ ان کے مخالفوں نے انہیں اپنے اعتراضات کا نشانہ بنالیا۔ مرزا صاحب نے جواب میں ایک اور پمفلٹ ۱۹ر جولائی ۱۸۸۸ء کو شائع کیا۔ جس میں انہوں نے اپنے اس خط کا جواز پیش کیا اور پھر کہا کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں مرزا احمد بیگ کی بڑی لڑکی محمدی بیگم کے رشتہ کے لئے کہا ہے۔ انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے جو طریق کار اختیار کیا۔ اس کی تفصیل دی۔ ان کے بعض قریبی رشتہ داروں نے ان سے نشانات طلب کئے۔ لڑکی (محمدی بیگم) کا والد انکا تابع فرمان تھا اور اپنی لڑکیوں کو ان (رشتہ داروں) کی لڑکیاں تصور کرتا تھا اور وہ بھی یہی تصور کرتے تھے۔ وہ مرزا صاحب کو جھوٹا اور کذاب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کریم پر اعتراضات کئے اور مرزا صاحب سے نشانیاں طلب کیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وجہ سے مرزا صاحب نے ان کے لئے کئی بار دعا کی۔ جو اس طرح قبول ہوئی کہ لڑکی کے والد نے ان سے ایک مسئلے میں مدد چاہی۔ اس کی بہن مرزا صاحب کے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین سے شادی شدہ تھی۔ غلام حسین گزشتہ پچیس سال سے لاپتہ تھا۔ اس کی زمین جس کے مرزا صاحب قانونی وارث تھے، اس کی بیوی کے نام کاغذات مال میں درج کرائی گئی تھی۔ اس کا بھائی احمد بیگ چاہتا تھا کہ اس زمین جس کی قیمت چار، پانچ ہزار روپے تھی، کا ہبہ اس کے لڑکے محمد بیگ کے نام ہو جائے۔ غلام حسین کی بیوی کی طرف سے ایک ہبہ نامہ تیار کیا گیا اور مرزا صاحب کے پاس ان کی رضامندی کے حصول کے لئے لایا گیا جو کہ قانوناً ضروری تھا۔ مرزا صاحب دستخط کرنے پر آمادہ تھے۔ لیکن انہیں اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ اب انہیں اس (احمد بیگ) کی لڑکی کا رشتہ مانگنے کی تحریک کرنی چاہئے اور اسے بتانا چاہئے کہ اس تبرع اور سخاوت کا اظہار اسی شرط کے تابع ہے اور یہ شادی برکت کا سبب اور مغفرت کی وجہ بنے گی اور اگر وہ اس شادی پر رضامند نہ ہوا تو لڑکی غم وجنون کا شکار ہو جائے گی اور جس شخص کے ساتھ اس کی شادی ہو گی، وہ شادی کے اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ اور اس کا والد اس سے تین سال کے اندر مر جائے گا۔ (تبلیغ رسالت ج ا ص ۱۱۶، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۵۷، ۱۵۸)

مندرجہ بالا پمفلٹ کے ضمیمہ مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے رشتہ داران کو کذاب اور سوداگر (جس نے دولت ہتھیانے کے لئے اللہ سے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کیا) خیال کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے لکھا کہ یہ لوگ نشانیاں دکھانے پر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ انہیں اس رشتہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ شادی کی درخواست صرف بطور نشانی تھی تاکہ جو لوگ انہیں ماننے سے انکاری ہیں۔ انہیں خدا کی طرف سے قدرت کے عجائب دکھا دیئے جائیں اور ان کی جانب سے (شادی کی تجویز) کی قبولیت کی صورت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا اور آنے والی آفتیں اور مصائب ٹل جاتے۔ لیکن اگر وہ انہیں مسترد کر دیں تو ان کی تنبیہ کے لئے خوفناک اور خطرناک نشانیوں کا ظہور ہو۔

(تبلیغ رسالت ج ا ص ۱۱۹، ۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۶۱، ۱۶۲)

مرزا صاحب نے ان دھمکیوں پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور خود مرزا احمد بیگ کو خطوط لکھے۔ یہ التجاؤں کے خطوط تھے۔ مرزا احمد بیگ کے نام ۲۰ر فروری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۸۸ء کے خط میں لکھا کہ شادی کے وعدے کی صورت میں وہ ہبہ نامے پر دستخط کرنے پر آمادہ ہوں گے اور ان کی اپنی جائیداد خدا اور احمد بیگ کی ملک ہوگی۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ ان کی کوششوں سے، ان کا لڑکا محکمہ پولیس میں ملازم ہو جائے گا اور اس کا نکاح ان کے کسی متمول پیروکار کی لڑکی سے کر دیا جائے گا۔ (نوشتہ غائب از ایم۔ ایس خالد ص ۱۰۰، ۱۰۱)

انہوں نے ۱۷ر جولائی ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ کو ایک اور خط تحریر کیا۔ جس میں کہا کہ ان کی شادی کی پیش گوئی بہت مشہور ہے اور اس سے اس پیش گوئی کی تکمیل میں مدد دینے کی درخواست کی۔ (کلمہ فضل رحمانی از قاضی فضل احمد ص ۱۲۳)

مرزا صاحب کے بیٹے فضل احمد کی شادی مرزا شیر علی کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی اور مرزا شیر علی کی زوجہ مرزا احمد بیگ کی بہن تھی۔ مرزا صاحب نے مرزا شیر علی اور اس کی بیگم کو بھی خطوط لکھے اور ان سے محمدی بیگم کے نکاح کے حصول میں مدد دینے کے لئے کہا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر اس کی شادی کسی اور شخص کے ساتھ کر دی گئی تو وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے کہیں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مرزا شیر علی نے مرزا صاحب کو جواباً کہا کہ اگر وہ اپنے آپ کو مرزا احمد بیگ کی جگہ تصور کریں اور مؤخر الذکر ان سے ان کی لڑکی کے ساتھ شادی کرانے کی درخواست کرے اور وہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہو اور مسیلمہ کذاب (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک جھوٹا مدعی نبوت) پر سبقت لے گیا ہو، تو وہ رشتہ دیتے؟

مرزا صاحب کی اس دھمکی کے جواب میں کہ اپنی بیوی (جو مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ تھیں) کے ذریعے مرزا احمد بیگ پر اثر انداز ہونے سے انکار کی صورت میں ان کا لڑکا ان کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ مرزا شیر علی نے دریافت کیا کہ اس کی بیوی کا کیا حق ہے کہ اپنی بیٹی کے لئے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المرض آدمی جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو، دینے کے لئے کہے۔

(نوشتہ غیب از ایس ایم خالد وزیر آبادی ص ۱۲۸)

بالآخر مرزا صاحب کے دباؤ کے تحت، ان کے بیٹے فضل احمد نے اپنی بیوی مرزا شیر علی بیگ کی لڑکی کو بادل ناخواستہ طلاق دے دی۔ مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور اس کے بیٹے سلطان احمد نے محمدی بیگم کے خاندان کا ساتھ دیا۔ مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے بیٹے سلطان احمد کو اپنی وراثت سے محروم کر دیا۔

(تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۹، ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱)

محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہوگئی جو پیش گوئی کے مطابق فوت نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ہوئے اور ایک مدت دراز تک زندہ رہے۔ مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی سے چھ ماہ کے اندر فوت ہو گیا اور اسے پیش گوئی کی تکمیل قرار دیا۔ لیکن سلطان محمد کی شادی اور موت کا کیا ہوا؟ وہ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ جنگ عظیم اوّل میں شریک ہو کر زخمی ہوئے۔ لیکن زندہ رہے۔

(قادیانیت از سید ابوالحسن ندوی ص ۱۶۵)

سیرت المہدی میں یہ بات تسلیم کی گئی کہ مرزا صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور اس شادی کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ (جلد اول ص ۲۰۵) تاہم مصنف نے یہ واضح کرنے کی سعی کی ہے کہ کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہے جس نے اپنی پیشگوئیوں کی تکمیل کی کوشش نہ کی ہو۔

(ایضاً ص ۱۹۲)

یقیناً بہت ہی بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن اسے درست فرض کرتے ہوئے بھی کیا یہ جائز تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کرتے اور اپنے بیٹے کے خسر کو دھمکیاں دیتے کہ ان کی مدد کرنے سے انکار کی صورت میں وہ اپنے بیٹے کو ہدایت کریں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ جس دین کو مرزا صاحب بظاہر مانتے تھے۔ اس میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں ہے کہ نافرمان لڑکے کو اپنی زندگی میں ہی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن انہوں نے اس کا تحریری اعلان کیا۔ انہوں نے اسی بناء پر اپنی پہلی بیوی کو بھی طلاق دے دی کہ وہ اس شادی کے لئے اپنے رشتہ داروں پر زور دینے کے لئے آمادہ نہ ہوئی۔ اسلام میں طلاق مکروہ ترین چیز ہے۔ لیکن مرزا صاحب اپنی بیوی، اپنے بیٹے اور بہو سے بھی انتقام لینے میں تیز نکلے۔

سیرت المہدی کا مصنف لکھتا ہے کہ نہ صرف مرزا احمد بیگ کا انتقال ہو گیا۔ بلکہ خاندان کئی بدنصیبیوں سے دوچار ہو گیا۔ (سیرت المہدی ج ا ص ۱۹۶) کہا جاتا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی موت سے پیش گوئی پوری ہو گئی۔ لیکن پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کا خاوند اڑھائی سال کے اندر اور اس کا والد تین سال کے اندر مر جائیں گے۔ پیش گوئی کی معقول تعبیر یہ ہوتی کہ والد کی موت محمدی بیگم کے خاوند کی موت کے بعد لیکن شادی کے تین سال کے اندر واقع ہوتی۔ لیکن وہ شادی کے بعد جلدی مر گیا اور جس شخص کو پہلا شکار ہونا تھا، وہ زندہ رہا۔

منگنی یا شادی میں ناکامی یا کامیابی عام حالات میں کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی لیکن مرزا صاحب کے خدائی الہام پر اصرار نے اس واقعہ کو اہمیت دے دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(انجام آتھم ص ۳۱، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً) میں لکھا:

''کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔''

اور یہ پوری نہ ہوئی۔ یہ ۱۸۹۹ء کی بات ہے۔ شادی کے بارے میں اس سے قبل بھی وہ تقریباً یہی بات ایک رسالے مطبوعہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء میں کہہ چکے تھے۔ انہوں نے لکھا تھا:

''نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ ''لا تبدیل لکلمات اللّٰہ'' یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۳)

لیکن جس وقت یہ الفاظ کہے جا رہے تھے۔ سلطان محمد کی موت کے لئے مقرر کردہ مدت اس سے قبل گزر چکی تھی۔ لیکن مرزا صاحب مصر رہے کہ جو مقرر ہو چکا ہے، وہ ضرور واقع ہو گا۔ خواہ اس میں کچھ تاخیر ہو جائے۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی:

''سلطنت برطانیہ ہشت سال'' اور ''سلطنت برطانیہ ہفت سال''

یہ پیش گوئی بہت سی تعبیرات کا موضوع سخن بنی رہی۔ کیونکہ برطانوی حکمرانی جنگ عظیم دوم کے بعد تک قائم رہی۔ (سیرت المہدی ج ۲ ص ۳۱۴ نمبر ۹)

(براہین احمدیہ ج ۵ صفحات ۴۷،۷۳، خزائن ج ۲۱ ص ۹۴، ۹۵) میں مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت ۳/۵۵: ''اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة '' ﴿جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے۔ ان سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو قیامت تک کے لئے ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔﴾

درج کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیری بریت ظاہر کروں گا اور جو تیرے پیرو ہیں، میں قیامت تک ان کو تیرے منکروں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر غالب رکھوں گا۔ اس جگہ اس وحی الٰہی میں عیسیٰ سے مراد میں ہوں اور تابعین یعنی پیروؤں سے مراد میری جماعت ہے۔ قرآن شریف میں یہ پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے اور مغلوب قوم سے مراد یہودی ہیں۔ جو دن بدن کم ہوتے گئے۔ پس اس آیت کو دوبارہ میرے لئے اور میری جماعت کے لئے نازل کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقدر یوں ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں۔ وہ دن بدن کم ہوتے جائیں گے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں، وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائیں گے۔"

اس پیش گوئی کا بطلان اس قدر عیاں اور ظاہر ہے کہ اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ۱۹۸۱ء کی آخری مردم شماری کے مطابق پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد ۱۰۳،۰۰۰ ہے اور صرف پنجاب میں جہاں مرزا صاحب کے کچھ ماننے والے موجود تھے، مسلمانوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ قادیانیوں کی تعداد میں ہمیشہ مبالغہ کیا گیا ہے۔ یہ امر مذہب اور اخلاقیات کی انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۰ ص ۵۳۰ (ق) سے ظاہر ہوتا ہے:

"یہ تحریک ۱۸۸۹ء میں اپنی ابتداء سے لگاتار بڑھتی رہی۔ ۱۸۹۶ء میں اپنے اراکین کی تعداد ۳۱۳ ہونے کا دعویٰ تھا۔ ۱۹۰۱ء میں سرکاری مردم شماری میں صوبہائے متحدہ میں ۱۱۱۳ مرد اور بمبئی پریذیڈنسی میں ۱۱۰۸۷ (صاف طور پر غلط)۔ ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے ۱۰۰،۰۰۰ سے زیادہ مریدوں کا دعویٰ کیا اور اپنی موت سے قبل پیروکاروں کی کل تعداد کا تخمینہ ۵۰۰،۰۰۰ لگایا۔ اس واضح مبالغے کا موازنہ ۱۹۱۱ء میں پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے نتائج سے کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ۱۸۶۹۵ احمدی۔ ایک آزاد تخمینے کے مطابق آج کے ہندوستان میں تحریک کی کل تعداد غالباً ۷۰،۰۰۰ ہوگی۔ دوسرے ممالک میں بھی کچھ بکھرے ہوئے پیروکار موجود ہیں۔"

۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد ۵۵ ہزار ہے۔ جس کا اندازہ مرزا محمود احمد نے پچھتر ہزار لگایا۔

(خطبہ میاں محمود احمد الفضل، قادیان ج ۲۱ نمبر ۱۵۲، مورخہ ۲۱ رجون ۱۹۳۴ء قادیانی مذہب ص ۳۱۵)

ایک رسالہ مورخہ ۲۷ رستمبر ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب نے لکھا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اپنے پیروؤں کی تعداد تین سو دی تھی۔ یہ تعداد دس ہزار ہو چکی ہے اور تین سال کے اندر ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاکھ سے بڑھ جائے گی۔ (تبلیغ رسالت ج ۸ ص ۵۴، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۴۴) ایک رسالے مورخہ ۴ ر نومبر ۱۹۰۰ء میں انہوں نے اس تعداد کا تخمینہ تیس ہزار لگایا۔

(تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۹۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۶۵)

مرزا صاحب نے حلفاً کہا کہ "میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں۔" (سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۶۵)

(تحفۃ الندوہ ص ۵، خزائن ج ۱۹ ص ۹۷) میں بھی انہوں نے یہی تعداد مقرر کی اور کہا کہ ان میں سے دس ہزار طاعون کے زمانے میں شامل ہوئے تھے۔

(حقیقت الوحی کے تتمہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء ص ۱۱۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۵۳) میں مرزا صاحب نے اپنے پیرووں کی تعداد چار لاکھ بتائی۔

مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے علاوہ ان کے پیروکاروں، جن میں مبارک احمد پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان شامل ہیں، نے بھی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ مؤخر الذکر نے احمدیوں کی تعداد پچاس لاکھ بیان کی ہے۔ عبدالرحیم درد نے مسٹر فلبی کے سامنے بیان کیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی غالب اکثریت احمدی مسلمانوں کی ہے۔ یہ بیان اس وقت دیا گیا تھا جب پنجاب کے مسلمانوں کی تعداد صرف ڈیڑھ کروڑ تھی۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ اس کے دعوے کے مطابق پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد پچھتر لاکھ تھی۔ حال ہی میں اکانومسٹ لندن نے یہ تعداد ایک کروڑ دی ہے۔ اس رسالے نے یقیناً قادیانیوں سے غذا پائی ہوگی۔ پنجاب کے مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ سے زیادہ ہے اور پورے ملک میں قادیانیوں کی تعداد ۱۰۳،۰۰۰ ہے۔ یہ تھی مرزا صاحب کی پیش گوئی!

یونٹی کلکتہ نے ایک مضمون میں، جو مرزا صاحب کے انتقال پر لکھا گیا، ان کے متبعین کی تعداد بیس ہزار بتائی۔ (سیرت المہدی ج ۱ ص ۲۸۲، روایت نمبر ۲۹۵)

جب مرزا صاحب کے تھوڑے بہت پیروکار بن گئے۔ تو انہوں نے ایک رسالہ مورخہ یکم ر دسمبر ۱۸۸۸ء میں انہیں بیعت کرنے کی دعوت دی۔ (حیات طیبہ ص ۹۷، ۹۸) انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجنز اینڈ ایتھکس کے مضمون قادیان (جلد ۱۰) کے مطابق ایسے پیروکاروں کی تعداد ۱۸۹۶ء میں ۳۱۳ تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے حامیوں کی کافی بڑی تعداد جمع کر لینے کے بعد مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے اعلان کا دوسرا قدم اٹھایا اور امت مسلمہ کا یہ خدشہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کی جانب رواں دواں ہیں، جزوی طور پر درست ثابت ہوا۔ درحقیقت مرزا صاحب پہلے ہی براہین احمدیہ میں اپنے مسیح موعود ہونے کی بنیاد رکھ چکے تھے۔ کیونکہ وہاں وہ اپنے مثیل مسیح (مسیح جیسا) ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے۔

مرزا صاحب نے فتح اسلام (۱۸۹۱ء میں طبع ہوئی تھی) میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ "میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا کہ دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا۔ جس کی روح بہت تکلیفوں کے بعد آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے، دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا جس کے حق میں ہے (آیت قرآنی ۱۵/۷۳)"انا ارسلنا الیکم رسولا شاھد اعلیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا "سو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اوّل (موسیٰ) کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا۔ ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم پا کر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اوّل کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی۔ یعنی چودھویں صدی کے آسمان سے اترا۔" (فتح اسلام ص ۱۱، خزائن ج ۳ ص ۸)

"کلیم اوّل" کے بعد کی زبان مبہم ہے۔ لیکن میں نے مرزا صاحب کے نظریے کو وہ منشاء بیان کر دیا ہے۔ جسے وہ خود دیگر کتابوں اور مقامات میں واضح کر چکے ہیں۔

مرزا صاحب نے لکھا کہ "جس مسیح نے آنا تھا وہ آچکا ہے۔"

(فتح اسلام ص ۱۵، خزائن ج ۳ ص ۱۰)

مرزا صاحب کا یہ نظریہ کہ وہ مسیح کے نام سے مبعوث ہوئے ہیں، نیا نہیں ہے۔ براہین احمدیہ میں وہ بیان کر چکے ہیں کہ ان کی فطرت میں مسیح سے ایک مخصوص مشابہت موجود ہے اور اس وجہ سے وہ مسیح کے نام سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس نظریے میں بعد میں یہ ترقی ہوئی کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے کشمیر میں اپنی طبعی موت سے وفات پائی تھی اور چونکہ ان کی روح جنت میں جا چکی ہے۔ اس لئے وہ واپس اس دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ (توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۶۰) میں مزید لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوت تامہ نہیں ہے...... بلکہ وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ جو انسان کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔''

براہین احمدیہ میں وہ محدث کو نبی کے برابر قرار دے چکے ہیں۔ لیکن اب اسے جزوی نبی کہہ رہے ہیں۔ براہین احمدیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں ''اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔'' (براہین احمدیہ ج ۵۴۶، خزائن ج ۱ ص ۶۵۲)

انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے حواریوں کی مثالیں دی ہیں۔ جن میں سے کوئی بھی پیغمبر نہ تھا۔ درحقیقت وہ ۱۸۹۰ء تک قطعی ختم نبوت کے مؤقف پر قائم رہے۔ لیکن بعد میں اوپر بیان کیا ہوا مؤقف اختیار کر لیا۔

انہوں نے شریعت کے بغیر نبیوں کی آمد کا دروازہ کھلا رکھا اور اپنا یہ عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا:

''اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۳۸، خزائن ج ۳ ص ۱۷۰)

۱۸۹۱ء تک تو برصغیر ہندوستان کے مسلمان، مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے جھوٹا ہونے پر ان کا صرف مذاق اڑاتے۔ محمدی بیگم کے واقعہ میں آ چکا ہے کہ خود ان کے اپنے خاندان کے افراد انہیں دجال، مسیلمہ اور اس نوع کے دیگر القاب سے یاد کرتے۔ غالباً وہ انہیں بہتر جانتے تھے۔ لیکن مسیح اور مہدی ہونے کے دعاوی نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا اور تنقید اور غم و غصہ کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ مرزا صاحب نے بظاہر مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اپنے قدموں پر کچھ واپسی دکھائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس موضوع پر گفتگو سے پہلے مناسب ہوگا کہ نبی اور رسول یا مرسل کے الفاظ کی وضاحت کردی جائے۔

ہر رسول نبی ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ کی طرف سے وحی آتی ہو اور فرشتے اس پر وحی لاتے ہوں۔ جبکہ رسول وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لائے یا سابقہ شریعت کے کچھ احکام منسوخ کرے۔ رسول اور مرسل میں عموماً کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ صرف کرامیہ نے یہ فرق کیا ہے کہ رسول منجانب اللہ فرستادہ شخص ہوتا ہے اور مرسل کسی بھی بھیجنے والے کا بھیجا ہوا شخص ہوتا ہے۔ (اصول الدین از عبدالقاہر بغدادی ص ۱۵۴)

بعد کے دور میں لفظ رسول اور نبی کے مابین فرق ختم ہو گیا۔ تاہم اگر کسی نے فرق کیا ہے تو وہ وہی ہے جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۰ ص ۲۵۳ لفظ "رسول")

ابو حفص عمر نسفی کی کتاب العقائد النسفیہ کے مطابق ان دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں۔ تاہم اس کتاب میں لفظ رسول ایسے شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو صاحب شریعت ہو۔

(ایضاً)

مرزا صاحب نے یہ تینوں الفاظ نبی، رسول اور مرسل (ازالہ اوہام ص ۵۳۴، ۵۳۵، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷) میں استعمال کئے ہیں۔ وہ عیسیٰ کی بحیثیت مسیح دوبارہ آمد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آ سکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے، اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔" (مطلب یہ ہوا کہ ان کے مطابق مہر نہیں ٹوٹنی چاہئے)

یہ ملحوظ رہے کہ یہاں نبی اور رسول کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال کئے گئے ہیں اور ان میں واضح امتیاز نہیں کیا گیا۔ (ازالہ اوہام ص ۷۶۱، خزائن ج ۳ ص ۵۱۱)

"چہارم قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔"

(ازالہ اوہام ص ۶۱۴، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱، ۴۳۲) کے پر قرآن کریم کی آیت ۳۳ ر ۴۰

"ماکان محمد اباأحمد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النّبیین" ﴿محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول اور خاتم النّبیین ہے۔﴾ کا ذکر کر کے اس کے آخری حصے کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

"مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔"

اور مزید کہا ہے:

"یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم دنیا میں نہیں آ سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔" (ازالہ اوہام ص ۶۱۰، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱)

اور مزید کہا: "اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے۔"

(ایضا)

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے خاتم النّبیین کی ترکیب، جس میں لفظ نبی شامل ہے، سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قیامت تک کوئی رسول نہیں ہوگا۔ جبکہ اس سے قبل براہین احمدیہ میں ان کا مؤقف یہ تھا کہ وحی نبوت رسول اللہ ﷺ پر ختم ہے لیکن اب پھر ختم نبوت کی قطعیت میں، یہ کہتے ہوئے ایک سوراخ نکالا ہے کہ وحی رسالت ختم نہیں ہوئی۔

ایک اشتہار مورخہ ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء جو (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱) میں منقول ہے، میں کہتے ہیں:

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مؤقف پھر اس مؤقف سے قطعی مختلف ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔

ایک دوسرے اشتہار مورخہ ۲۳ / اکتوبر ۱۸۹۱ء جو جامع مسجد دہلی میں منعقدہ ایک اجتماع میں تقسیم کیا گیا اور جو (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۴۴، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵) میں نقل کیا گیا ہے، میں بیان کرتے ہیں:

''ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ...... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

پہلے اشتہار مورخہ ۲ / اکتوبر ۱۸۹۱ء میں بیان کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب کسی قسم کی نبوت کے مدعی کو بھی دجال، کاذب اور کافر سمجھتے ہیں۔ دوسرے اشتہار میں انہوں نے ختم نبوت کا لفظ جو بظاہر نبی اور رسول دونوں کے مفہوم کو شامل ہے، استعمال کیا ہے۔

اپنی کتاب (انجام آتھم ص ۲۷، ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں:

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے اور آیت: ''ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین '' کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت بکثرت آیا ہے۔ ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (لفظ رسول اور نبی میں مراد مجاز ہے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے ...... نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ ''ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی ورسول علی وجه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

الحقيقة والافتراء وترك القرآن واحكام الشريعة الغراء فهو كافر كذاب "
غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت ﷺ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلا شبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔"

(حمامۃ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) میں انہوں نے کہا ہے:

"ما كان لى ان ادعى النبوة واخرج من الاسلام والحق بالكافرين "یعنی میں کیوں نبوت کا دعویٰ کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں میں داخل ہو جاؤں؟

یہ کہ ان کا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ محض ولایت اور مجددیت کا تھا۔ انہوں نے اپنے الہام اور عبدالقادر جیلانیؒ کے الہام کے مابین مشابہت بتائی۔ انہوں نے (حمامۃ البشریٰ ص ۹۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۰) پر زور دے کر کہا ہے:

"الا تعلم ان الرب الرحيم المتفضل سمّى نبينا ﷺ خاتم الانبياء بغير استثناء وفسره نبينا فى قوله لا نبى بعدى ببيان واضح للطالبين ولو جوّزنا ظهور نبى بعد نبينا ﷺ لجوّزنا انفتاح باب وحى النبوة بعد تغليقها و هذا خلف بما لا يخفى على المسلمين وكيف يجيئى نبى بعد رسولنا ﷺ وقد انقطع الوحى بعد وفاته وختم الله به النّبيين "آخری حصے کا تعلق اسی نکتے سے ہے کہ کیا عیسیٰ دوبارہ آئیں گے اور وہ آخری نبی ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ "ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی (حضرت محمد ﷺ) کی آمد پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔"

اس آخری اصول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق نزول عیسیٰ کا مطلب نبی کی آمد نہیں۔ کیونکہ اس سے ان کا آخری نبی ہونا لازم آتا ہے۔ یہی بیان (ایام صلح ص ۱۴۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۹۲، ۳۹۳) میں بھی موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری کی گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔"

ایک اشتہار مورخہ ۲۰ رشعبان ۱۳۱۴ء (۱۸۹۷ء) جو (تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۲، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷) پر چھپا ہوا ہے، میں لکھتے ہیں:

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔" لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ " کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔"

خاتم (مہر) کا لفظ جسے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد مختلف معنی دینے کی کوشش کی گئی، بھی (ازالہ اوہام ص ۵۷۷، خزائن ج ۳ ص ۴۱۱) میں اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ جس کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول پاک ﷺ کے بعد وحی نبوت کی نفی کی ہے۔

(جنگ مقدس ص ۶۷، خزائن ج ۶ ص ۱۵۶) میں مرزا صاحب نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور معجزے کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

"میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کس خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے۔ جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔"

مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کرنے سے کچھ پہلے اپنے لئے نبی کا لفظ کثرت سے استعمال کرنے لگے اور پھر مسلمانوں کے اشتعال، مخالفت اور پریشانی کو دور کرنے کی غرض سے اس کی اپنے انداز سے وضاحت کرنے میں عجلت بھی دکھاتے۔

(سراج منیر ص ۳، خزائن ج ۱۲ ص ۵) پر وہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ سچ ہے کہ وہ الہام خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔" ولکل ان یصطلح "(ہر ایک کو اصطلاح بنانے کا حق ہے) سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت ﷺ نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے۔"

ایک مکتوب مطبوعہ الحکم قادیان ج ۳ نمبر ۲۹، مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب نے لکھا ہے:

"حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے۔ لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے..... چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔"

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مرزا صاحب نے (توضیح المرام ص ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۶۰) میں کہا ہے کہ جزوی نبوت اور وحی کا باب بند نہیں اور یہ کہ محدث (جو اللہ سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف پائے) جزوی نبی ہوتا ہے۔

وہ (ازالہ اوہام ص ۱۳۸، خزائن ج ۳ ص ۱۷۰) میں ایسے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو رسول پاک ﷺ کے بعد کسی بھی ایسی وحی کو ممکن سمجھتے ہیں جو قرآن کے ایک حکم کو تبدیل یا منسوخ کرے۔ یوں نبوت بلا شریعت کا باب کھلا رکھا۔ لیکن اسی کتاب کے (ص ۵۳۴، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷) پر انہوں نے وحی نبوت کو ناممکن قرار دیا اور (ص ۷۶۱، خزائن ج ۳ ص ۵۱۱) پر وحی رسالت کے باب کو مسدود قرار دیا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف کچھ کہنے میں ایک قدم آگے بڑھتے تو ان کی مخالفت کا احساس کرتے ہوئے دو قدم پیچھے لوٹتے تاکہ انہیں یہ باور کرا سکیں کہ ان کا بھی وہی عقیدہ ہے جو وہ مانتے ہیں۔ اپنے آئندہ کے دعووں کو ترقی دینے اور بڑھانے کی غرض سے کوئی متضاد سی بات کہہ دی جاتی اور پھر مسلمانوں کے عقیدے کو بار بار دہرایا جاتا تاکہ وہ بچاؤ کا کام دے سکے۔ پہلے محدثیت نبوت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قریب تر نبی، پھر یہ جزوی نبوت ٹھہری اور پھر مہر نبوت سالم قرار دی گئی۔ پہلے نبوت کا دروازہ بند ہوا اور پھر اسی نظریے کو تدریجاً ترقی دی گئی تا آنکہ ان کے پیروکار نئے دعوے کے لئے تیار ہو گئے۔

اب محدثیت کے نظریے کے ارتقاء اور وسعت کا جائزہ مرزا صاحب کے الفاظ میں ہی لیا جا سکتا ہے۔ مولوی عبدالحکیم اور مرزا صاحب کے مابین ایک معاہدے مورخہ ۳رفروری ۱۸۹۲ء (تبلیغ رسالت ج ۲ص ۹۵، مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۳۱۳) میں چھپا ہے۔ مرزا صاحب تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''ان کے رسائل فتح اسلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام میں یہ درج ہو چکا ہے کہ محدث ایک مفہوم میں نبی ہوتا ہے اور محدثیت جزوی نبوت یا نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب (ازالہ اوہام ص ۱۳۷) میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں...... کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔''

(حمامۃ البشریٰ ص ۸۲، خزائن ج ۷ص ۳۰۱) میں دعویٰ نبوت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔'' نیز دیکھئے (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۲۸، خزائن ج ۵ص ایضاً، حمامۃ البشریٰ ص ۸۲، خزائن ج ۷ص ۳۰۰) پر وہ کہتے ہیں:

''ہاں میں نے کہا ہے کہ نبوت کے تمام اجزاء تحدیث میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن بالقوہ نہ کہ بالفعل۔ پس محدث بالقوہ نبی ہوتا ہے اور اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو وہ بالفعل نبی ہوتا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نبی محدث ہے بطریق کمال اور بالفعل اور محدث نبی ہے بالقوہ۔''

اور نبوت کا باب کھولنے کے بعد انہوں نے خود نبوت کا ملہ حاصل کر لی۔ اس طرح مسیح ہونے کا دعویٰ بھی ارتقائی مراحل سے گزرا۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا کہ وہ مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہیں اور دونوں کی فطرت میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کو مسیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشابہت تامہ حاصل ہے لہٰذا خدا نے انہیں مسیح کی پیش گوئی میں بھی شریک رکھا۔ کہا جاتا تھا کہ مسیح دنیا میں آئے گا اور چار دانگ عالم میں اسلام کی اشاعت کرے گا۔ یہ جسمانی ظہور ہو گا۔ لیکن اس پیش گوئی کا روحانی مصداق مرزا صاحب ہیں۔ (براہین ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۴) اس نظریے کے مطابق عیسیٰ بن مریم ضرور آئے گا لیکن روحانی پہلو سے مرزا صاحب اس کے ثانی یا مثیل ہیں۔

(فتح اسلام ص ۱۱، خزائن ج ۳ ص ۸) میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب ایسے زمانے میں مبعوث ہوئے ہیں جو مسیح کی آمد کے زمانے سے مشابہ ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کا مثیل اس لئے بھیجا کہ وہ لوگوں میں علم دین کی اشاعت کرے۔ ازاں بعد مبہم الفاظ میں ایک مختلف بات کہہ دی کہ:

"مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کر لو۔" (فتح اسلام ص ۱۵، خزائن ج ۳ ص ۱۰)

اس دعوے نے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ بڑی سخت مخالفت ہوئی اور انہیں کافر قرار دیا گیا۔ (دیکھئے آسمانی فیصلہ ص ۴، خزائن ج ۴ ص ۳۱۴)

مرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق اپنے قدموں پر فوراً واپس لوٹے اور اپنے دعوے کو صرف مثیل ہونے تک محدود کر لیا۔ (توضیح المرام ص ۱۶ تا ۲۱، خزائن ج ۳ ص ۵۹ تا ۶۱)

انہوں نے کہا کہ "مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے۔ ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔"

(تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۱، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۱)

اپنے اس دعوے کے برعکس کہ وہ وہی مسیح ہیں جسے آنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ "ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی مسیح نہ آئے۔ ممکن ہے دس ہزار اور مسیح آجائیں اور ان میں سے ایک دمشق میں نازل ہو جائے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۹۴، ۲۹۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۱) یا اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔" لیکن مزید کہا "ہاں اس زمانے کے لئے میں مثیل مسیح ہوں اور دوسرے کی انتظار بے سود ہے۔"

(ایضاً ص ۱۹۹، خزائن ج ۳ ص ۱۹۷)

انہوں نے بعد میں بے نقاب ہو کر کہہ دیا کہ "میرے بعد قیامت تک نہ کوئی مہدی آئے گا اور نہ کوئی مسیح...... جسے آنا تھا وہ میں ہی ہوں۔"

(تبلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۸۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۲۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ وہی حکمت عملی جو مرزا صاحب کی کتابوں میں بکثرت ملتی ہے۔ وہ ایک وقت میں کئی متضاد باتیں کہتے ہیں۔ تاکہ کسی خاص مرحلے میں جو موزوں ہو اس کی پناہ لے سکیں۔

اسی طرح انہوں نے (ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۴۴۲) میں الہام لکھا:

"جعلناك المسيح ابن مريم" (ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا) اور اپنے دعوے کی تائید میں کہ وہی مسیح موعود ہیں "اربعین" میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے (اربعین نمبر ۳، ص ۳۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۲)

(نشان آسمانی ص ۲۱، خزائن ج ۴ ص ۳۸۲) میں مرزا صاحب نے اپنے ایک پیروکار کی مزعومہ شہادت شائع کی ہے کہ اسے ایک گلاب شاہ نامی شخص نے اطلاع دی تھی کہ وہی (مرزا صاحب) وہ مسیح موعود ہیں جس کی آمد کا وعدہ کیا گیا تھا اور جو کتابوں میں عیسیٰ کے نام سے مذکور ہے اور (نشان آسمانی ص ۲۲، خزائن ج ۴ ص ۳۸۴) پر "وہ عیسیٰ جو آنے والا ہے، اس کا نام غلام احمد ہے۔"

مرزا صاحب نے بہت پہلے ۱۸۸۴ء میں ہی براہین احمدیہ میں کہہ دیا تھا کہ ان میں مریم کی طرح عیسیٰ کا نفخ ہوا ہے اور وہ دس ماہ تک حمل سے رہے اور پھر انہیں مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اور وہ ابن مریم ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہ عیسیٰ کی وفات کے بارے میں اپنے نظریے کے اظہار کو قبل از وقت خیال کرتے ہوں یا ممکن ہے کہ اس وقت تک یہ نظریہ تیار نہ ہوا ہو۔ تاہم اس کے مسیح موعود عیسیٰ بننے کا ارادہ بالکل واضح ہے اور بعد میں اسے مثلاً "اربعین" "ایک غلطی کا ازالہ" اور "کشتی نوح" میں صاف حقیقت کی شکل میں پیش کیا گیا۔

اربعین مطبوعہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے لکھا (ص ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۳۴۵) کہ "اللہ تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی جانب سے مسیح موعود اور مہدی ہوں۔"

یہ نکتہ کتاب کے متعدد مقامات پر بتکرار پیش کیا گیا۔ "ایک غلطی کا ازالہ" کے (ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰) پر صاف صاف کہا ہے کہ وہ مسیح موعود ہیں۔ یہ امر نا قابل فہم ہے کہ وہ دس ہزار مسیح یا اسی تعداد کے مثیلوں میں سے ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ مثیل کا نکتہ صرف رائے عامہ کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے اختیار کیا گیا۔

(کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۱) پر انہوں نے لکھا کہ انہیں (عیسیٰ اور مریم کے بارے میں) اس وحی کی اہمیت کا احساس نہ ہوا۔ لیکن وقت آیا اور ان پر اسرار کا انکشاف ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دیکھا کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہ وہی دعویٰ تھا جسے براہین احمدیہ میں کئی بار بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا گیا تھا۔

مزید کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ انہیں ایک نشان بتائے گا اور الہامی تحریروں میں مریم اور عیسیٰ کے نام انہی کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ وہی عیسیٰ بن مریم ہیں جسے آنا تھا۔ وہی حق ہیں اور وہی موعود ہیں۔ (ایضاً ص ۴۸ خزائن ج ۱۹ ص ۵۲)

مرزا صاحب نے اپنے پیروکاروں کو مزید پختہ کر لینے کے بعد ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ براہین احمدیہ حصہ سوم اور چہارم کی اشاعت سے ہی مسلم عوام کو اپنے دعویٰ نبوت کے لئے تیار کر رہے تھے اور پنجاب اور اس وقت کے برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت پہلے اس دعویٰ کا اندازہ کر لیا تھا۔ خود مرزا صاحب کے خاندان کے افراد انہیں مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کے دعوؤں سے کئی سال پہلے ہی جھوٹا مدعی قرار دینے لگے تھے۔ نبوت کا دعویٰ سب سے پہلے ایک رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ جو (بیسویں صدی کے آغاز پر ۱۹۰۱ء میں طبع ہوا) میں کیا گیا۔

حقیقی دعویٰ کرنے سے قبل جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے مرزا صاحب نے نبوت کے بارے میں اپنے مزعومہ الہامات کا تذکرہ کرنے کی سعی کی اور پھر انہیں اس ادعا کے نقاب میں چھپانے کی کوشش کی کہ رسول اور نبی کے الفاظ ان کے لئے استعارے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں نہ کہ حقیقی معنوں میں۔ (اربعین مطبوعہ ۱۹۰۰ء، نمبر ۲ ص ۱۸ خزائن ج ۱۷ ص ۳۶۶) میں انہوں نے اسی کا حوالہ دیا جو وہ پہلے ہی براہین احمدیہ میں دے چکے تھے کہ "یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے حلوں میں۔" حاشیے میں یہ کہہ دیا کہ یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوا ہے۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۶ خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۶) پر لکھا ہے:

"خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ ان کو کہہ دے کہ اگر میں نے افتراء کیا ہے تو میرے پر اس کا جرم ہے یعنی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"

جھوٹے کی ہلاکت کے اس نظریے کی بنیاد انہوں نے قرآن کریم کی آیت ۴۰/۲۸ کو بنایا۔

(اربعین نمبر ۴ ص ۵ خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۴) "وان یک کاذبا فعلیه کذبه" (اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب نے آیت کے پہلے حصے کا ترجمہ یوں کیا:

''اگر یہ نبی جھوٹا ہے تو اپنے جھوٹ سے ہلاک ہو جائے گا۔''

یہ ترجمہ درست نہیں بلکہ اس کے برعکس مسلمہ اصول یہ ہے کہ ایسے شخص کو لمبی ڈھیل دی جاتی ہے۔ اس اصول کا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس وقت حوالہ دیا تھا جب مرزا صاحب نے ان میں سے جو کاذب ہے یا غلطی پر ہے، کی موت کی پیش گوئی کی تھی اور کہا تھا کہ ایسا شخص تباہ ہو جائے گا۔

(اربعین نمبر ۴ص ۶، خزائن ج ۱۷ص ۴۳۵، ۴۳۶) پر مرزا صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور باشریعت نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس غرض سے باشریعت نبی کی تعریف میں چند تبدیلیاں کر دیں۔ ایسے نبی کی پہلی تعریف یہ تھی کہ: ''وہ نئی شریعت لے کر آتا ہے یا سابقہ شریعت میں تبدیلی کرتا ہے۔'' اب انہوں نے شریعت کی تعریف یوں کی:

''جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام: ''قل للمؤمنين يغضوا من ابصار هم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم '' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی ہے اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔''

یہ ایک نیا نظریہ تھا اور نبوت باشریعت کے دعوے کو سہارا دینے کی خاطر شریعت کی نئی تعریف پیش کی گئی۔

(ملفوظات ج ۱۰ص ۲۶۷، نومبر ۱۹۰۷ تا ۶؍ جولائی ۱۹۰۸ کی مدت سے متعلق) میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

''جو علامات الٰہیہ بھی مجھے ملے ہیں۔ ان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ نئی شریعت یا نئی نبوت یا نبوت باشریعت ہے۔ بلکہ انہیں کثرت الہامات کی بناء پر لغوی معنوں کی رو سے نبی یعنی جو خبریں لاتا ہے کہا گیا ہے۔''

یہاں پھر نبوت باشریعت اور نبوت بدون شریعت میں فرق کیا گیا اور یہ دعویٰ بھی اس تعریف سے متصادم ہے جو (اربعین نمبر ۴ص ۶، خزائن ج ۱۷ص ۴۳۵) میں کی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسالہ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰) میں انہوں نے کہا کہ ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے ہے کہ مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل نبی کے طور پر ہوں۔'' تاہم یہ دعویٰ جہاد کی تنسیخ کے مسئلے سے متضاد ہے۔ کیونکہ جہاد کے بارے میں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں واضح احکام موجود ہیں۔

(دافع البلاء مطبوعہ ۱۹۰۱ء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱) میں مرزا صاحب نے لکھا کہ ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ۲۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷) پر لکھا:

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔''

جہاد کا حکم ۱۹۰۰ء میں منسوخ کیا گیا (اربعین نمبر ۴ ص ۱۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۳) میں بیان کیا گیا کہ: ''اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ کا مظہر ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حق میں فرمایا گیا ''یضع الحرب'' یعنی لڑائی نہیں کرے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات حصہ سوم از ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۸ء ص ۱۹) پر مرزا صاحب نے لکھا کہ:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

(جہاد اور گورنمنٹ انگریزی ص ۱۴، خزائن ج ۱۷ ص ۱۵) پر لکھتے ہیں:

''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔'' نیز دیکھئے (خطبۃ الالہامیہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۳ ص ۵۸، تحفہ گولڑویہ (ضمیمہ) ص ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۷، اشتہار واجب الاظہار ص ۱، خزائن ج ۱۵ ص ۵۱۸)

مرزا صاحب نے ''نبی'' کی جو تعریف کی ہے وہ (اربعین نمبر ۴ ص ۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵) سے نقل کی جا چکی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی تھی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی جہاد کی ممانعت کے احکام موجود ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مزعومہ نبی ہونے کی حیثیت سے جہاد، جو قرآنی احکام پر مبنی ہے، کو منسوخ کرنے کا حق استعمال کیا ہے اور شریعت کو منسوخ کرنے کا فریضہ انجام دے کر اپنے دعوے کے مطابق نبوت تامہ حاصل کی۔
نبوت تامہ کے اس نکتے پر مرزا بشیر احمد نے کلمۃ الفصل ص ۱۱۲ اور ۱۱۳ پر بحث کی ہے۔ اس نے نبوت کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱...... حقیقی نبوت...... جس میں نبی صاحب شریعت ہوتا ہے۔

۲...... نبوت...... جس میں نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا۔

۳...... ظلی نبوت...... جو قادیانی نکتہ نظر کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی اتباع کامل سے حاصل ہوتی ہے۔

اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے کہ ظلی نبوت ایک گھٹیا نبوت ہے، مرزا بشیر احمد نے اسے "نفس کا دھوکہ قرار دیا۔ جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ ظلی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم ﷺ کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی۔ تب جا کر وہ ظلی نبی کہلائے گا۔ پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا ہے۔ یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے۔ وہ ہوش میں آئے اور اپنے اسلام کی فکر کرے۔ کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے۔ جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے۔ ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم ﷺ میں رکھے گئے۔ بلکہ ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطاء ہوتے تھے۔ کسی کو بہت کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا۔"

یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی بعثت ثانیہ کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نبی تھے اور نبوت تیرہ سو سال پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ مرزا صاحب نے اس اصول کو دوہرے پن سے بلند نہ رہنے دیا۔ (ازالہ اوہام ص ۵۶۹، خزائن ج ۳ ص ۴۰۷) میں انہوں نے کہا کہ:

"یہ درست ہے کہ آنے والے مسیح کو رسول اکرم ﷺ کی امت میں سے نبی کہا گیا ہے۔ لیکن یہ نبوت ناقصہ ہوگی۔" بعد میں مرزا صاحب نے اسے نبوت کاملہ، تشریعی نبوت اور دوسرے نبیوں سے برتر نبوت میں ترقی دے دی۔

مرزا صاحب نے غیر مبہم لفظوں میں کہا کہ جبرئیل کے بسلسلہ وحی آنے کا باب بند ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۷۸، خزائن ج ۳ ص ۴۱۲) لیکن یہ امر بھی ان کے منصوبے یا پروگرام میں حائل نہ ہو سکا۔ انہوں نے اللہ سے براہ راست مکالمہ اور مخاطبہ کا دعویٰ کر کے جبرئیل کی ضرورت کو بے اثر کر دیا۔ لیکن یہ اہتمام بھی کافی نہ تھا اور انہیں کامل نبیوں کی سطح پر نہ پیش کر سکا۔ تو انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ان کے پاس جبرئیل آیا تھا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۶) میں کہا:

"وقالوا انى لك هذا، قل هو الله عجيب جانى آيل واختار وادار اصبعه واشار ان وعد الله اتى فطوبىٰ لمن وجد ورأى الامراض تشاع و النفوس تضاع۔" مرزا صاحب نے اس کا اردو ترجمہ یوں لکھا ہے:

"اور کہیں گے تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا کہہ خدا ذوالعجائب ہے۔ میرے پاس ایل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے کئی طرح کی بیماریاں پھیلائی جائیں گی اور کئی آفتوں سے جانوں کا نقصان ہوگا۔"

حاشیے میں مرزا صاحب نے ایل کا ترجمہ جبرائیل بتایا ہے۔ جبرائیل کا نزول نبوت کی تکمیل کی علامت ہے اور یوں مرزا صاحب ایک کامل نبی بن گئے۔

ان عبارتوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ناقص نبی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں رسول اللہ ﷺ کی مانند کامل نبی خیال کیا جاتا تھا۔ یہی بات اس حقیقت سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کو مرتبے میں دیگر تمام انبیاء سے افضل مانا جاتا تھا۔

مرزا صاحب کی برابری بلکہ برتری کا سراغ براہین احمدیہ حصہ چہارم میں اپنے بارے میں لکھی ہوئی ان عبارتوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف مزعومہ الہامات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں ابراہیم، داؤد، یوسف، عیسیٰ وغیرہ کے اسماء آئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جہاں بھی ان انبیاء کا تذکرہ ہوا ہے۔اس سے مراد وہ خود ہیں۔

(۵۵۴تا۵۵۹،خزائن ج ا ص ۶۶۲ تا ۶۶۶)

ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم (ص ۱۴۲) پر کہا گیا ہے کہ انبیاء کے کمالات کے بارے میں مرزا صاحب نے کہا:

”کمالات متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے۔وہ سب کے سب حضرت رسول کریم ﷺ میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم ﷺ سے ظلی طور پر ہم کو (مرزا صاحب) کو عطاء کیے گئے اور اس لئے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان اور یحییٰ اور عیسیٰ ہے۔“

اور ایک اور مقام پر کہا:

”پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔حضرت نبی کریم ﷺ کی خاص صفات کے اور اب ہم (مرزا صاحب) ان تمام صفات میں حضرت نبی کریم ﷺ کے ظل ہیں۔“

(ملفوظات احمدیہ ج ۴ ص ۱۴۲)

ظل اور اصل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔عملاً ایک دوسرے کا ثانی یا دہرا ہوتا ہے۔یہی بات مرزا صاحب کے اس دعوے سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام کمالات میں ان کے ظل ہیں جبکہ دیگر تمام انبیاء میں سے ہر نبی کو کم تعداد میں کمالات حاصل تھے۔سو یہ امر واضح ہے کہ مرزا صاحب کے مطابق کمال یا افضلیت کے مسائل وہ ہیں جو رسول پاک ﷺ کے برابر ہیں اور دیگر انبیاء سے برتر ہیں۔

براہین احمدیہ میں ایسی قرآنی آیات کریمہ۔جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھیں، کی شکل میں متعدد ایسے الہامات کا تذکرہ موجود ہے۔مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ تمام آیات خود ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور وہ ان کا مصداق ہے۔ایک واضح مثال آیت ۴۸/۲۸ ”ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق“ ہے۔نیز آیات ۸/۱۷، ۶۸/۲، ۳۱/۳، ۲۶/۲۲ وغیرہ۔اس طرح انہوں نے براہین احمدیہ میں اپنے رسول ﷺ کے برابر ہونے کی بنیاد رکھ دی تھی۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان پر تین لاکھ الہامات نازل ہوئے۔جن میں سے پچاس ہزار مختلف ذرائع سے دولت کے حصول سے متعلق تھے۔کئی دوسرے مقامات پر مرزا صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ انہیں عطاء شدہ نشانیوں کی تعداد ان نشانیوں سے بہت ہی زیادہ ہے جو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نبیوں مثلاً نوح، یوسف، عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ کو دی گئی تھیں۔

کلمۃ الفصل (ریویو آف ریلیجنز شمارہ ۳ ج ۱۴ ص ۱۴۷) میں مرزا بشیر احمد نے لکھا کہ:

''یہ ممکن نہیں کہ جو شخص رسول پاک ﷺ کا انکار کرے وہ کافر ہو۔ لیکن جو شخص مسیح موعود کا منکر ہو وہ کافر نہ ہو۔ اگر ظہور اول کا انکار کفر ہے۔ تو ظہور ثانی جس میں مسیح موعود کے مطابق اس کی روحانیت زیادہ قوی، اکمل اور اتم ہے، کے انکار کو کفر نہ سمجھا جائے۔''

ظہور ثانی مرزا صاحب کی نبوت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی روحانیت اور مرزا صاحب کی روحانیت کا موازنہ کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ زیادہ قوی، اکمل اور اتم ہے اور یہ ان کی رسول پاک ﷺ پر بھی برتری کا پیمانہ ہے۔ یہ امر اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو مرزا صاحب کی زندگی میں رونما ہوا۔ ایک شاعر قاضی اکمل جو مرزا صاحب کا پیرو تھا، نے ان کی ستائش میں ایک قصیدہ لکھا۔ جو قادیان کے اخبار (البدر مورخہ ۲۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء) میں شائع ہوا۔ قصیدے کا ایک شعر تھا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

(پیغام صلح لاہور شمارہ ۴۷، ج ۳۲، مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۴ء)

اس شعر میں محمدؐ کے پھر اتر آنے کا مطلب یہ ہے کہ محمد، مرزا صاحب کی شکل میں دوبارہ آگئے اور ان کی شان و شوکت رسول اللہ ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر ہے۔

(الخطبۃ الالہامیہ ص ۱۹۳ تا ۱۹۸، خزائن ج ۱۶ ص ۲۸۸ تا ۲۹۴ ملخص)

اگلا قدم اپنے اوپر ختم نبوت کا دعویٰ ہے۔ یہ مندرجہ ذیل سے واضح ہوتا ہے:

''محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کما حقہ کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو، سوائے اس کے جو خود حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کو سمجھنا اس کے اہل پر موقوف ہوتا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل حضرت محمد ﷺ یا حضرت مسیح موعود (مرزا) ہے۔'' (تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸ ج ۱۲، ۱، ۲/ اگست ۱۹۱۷ء)

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ اسی قدر مکالمہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا کہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، وہ پیش گوئی پوری ہو جاوے۔''

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

یہ عبارت مرزا صاحب کے اس نقطہ نظر کو واضح کرتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد وہ واحد نبی ہیں اور ان کا بروز ہونے کی بناء پر وہ اس نام کے مستحق ہوئے ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ مرزا صاحب آخری نبی ہیں۔ یہ امر درج ذیل عبارتوں سے مزید واضح ہوتا ہے:

''کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ''وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ''بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

''میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔''

(کشتی نوح ص ۵۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶۱)

''وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ''اس آیت میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے، کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا، وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطاء کی گئی ہے اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدی کے ساتھ آخری زمانے کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۵)

''معلوم ہوا کہ ختمیت ازل سے محمد ﷺ کو دی گئی۔ پھر اس کو دی گئی جسے آپ کی روح نے تعلیم دی اور اپنا ظل بنایا۔''

(ما الفرق فی آدم والمسیح الموعود ضمیمہ الخطبۃ الالہامیہ ص، ب، خزائن ج ۱۶ ص ۳۱۰)

''آخری زمانے کے لئے خدا نے مقدر کیا ہوا تھا کہ وہ عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت مرحومہ دوسری امتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گزشتہ نبی سے مجھے اس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گزشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے۔ ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔"

(نزول المسیح ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۲، کلمۃ الفصل ص ۱۳۲)

ان تحریروں کی توضیح مرزا صاحب کے جانشینوں نے کی۔ مرزا بشیر احمد نے (کلمۃ الفصل ص ۱۱۶) میں کہا:

"اب اگر آپؐ کے بعد بھی بہت سے نبی آ جاتے تو پھر آپؐ کی شان لوگوں کی نظر سے گر جاتی کیونکہ آپؐ کے بعد بہت سے نبیوں کے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول ﷺ کا درجہ اتنا معمولی ہے کہ بہت سے لوگ محمد رسول اللہ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ جو کوئی بھی ظلی نبی ہوگا وہ بوجہ نبی کریم ﷺ کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے بعد محمد رسول ہی کہلائے گا۔ پس اس لئے امت محمدیہ میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا۔"

اس سے معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ باب نبوت کو کھولنے کے تمام نظریات تنہا مرزا صاحب ہی کی خاطر تھے اور جو استدلال باب نبوت کے کھولنے کے خلاف درست تھا، اسے بالآخر اختیار کر لیا گیا۔ لیکن مرزا صاحب کے مفاد کی خاطر صرف ایک استثناء کرنے کے بعد۔

اس حقیقت کو حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب اعجاز المسیح میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور کھول کھول کر بتایا ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ کے دو بعث ہیں۔ بعث اول میں اسم محمد کی تجلی تھی۔ مگر بعث دوم اسم احمد کی تجلی کے لئے ہے۔" (یعنی مرزا صاحب بطور بروز) (کلمۃ الفصل ص ۱۴۰)

یوں تیسری بعث کی نفی کر دی گئی۔

تشحیذ الاذہان قادیان (نمبر ۸ ج ۱۲ ص ۱۱، اگست ۱۹۱۷) میں بیان کیا گیا ہے کہ "آنحضرت ﷺ کے بعد صرف ایک ہی نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت ساری مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع کرتا ہے۔" (قادیانی مذہب ص ۲۴۹)

اسی پرچے کے (شمارہ مارچ ۱۹۱۴ء نمبر ۳ ج ۹ ص ۳۰، ۳۲) میں مزید بیان کیا:

"پس ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں نہیں آ سکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے۔ جو مسیح موعود ہے اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی اور نبی کے آنے کی آپ نے خبر دی ہے۔ بلکہ "لانبی بعدی" فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔" (قادیانی مذہب ص ۲۲۹)

اب مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے ان دعوؤں کا کچھ متضاد بیانات سے موازنہ کیجئے۔

"ایک غلطی کا ازالہ (ص ۶، خزائن ج ۱۹ص ۲۱۵) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:
"ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص ۳۲، خزائن ج ۲۰ص ۲۲۷) پر مرزا صاحب نے کہا:
"لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبے پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں۔"

میاں بشیر الدین محمود نے کہا کہ "ہزاروں نبی ہوں گے۔" (انوار خلافت ص ۶۲)
"ہاں قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔"

(الفضل قادیان مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۲۷ء، نمبر ۶۸ ج ۱۴ مرزا بشیر الدین محمود بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۳۶)

(حقیقت النبوۃ ص ۱۳۸) پر اس نے ایک مختلف بات کہی ہے کہ "اس لئے ہم اس امت میں صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں۔ آئندہ کا حال پردہ غیب میں ہے۔"

ایک سوال کے جواب میں اس نے لکھا:
"آپ کا چوتھا سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد کوئی اور نبی آئے گا یا آ سکتا ہے۔ اگر کوئی اور نبی نیا مبعوث ہو تو احمدی لوگ اس پر ایمان لائیں گے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد نبی آ سکتا ہے۔ آئے گا کے متعلق میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نبی آئے گا۔ اس پر ایمان لانا احمدیوں کے لئے ضروری ہوگا۔" (مکتوب میاں بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل قادیان، مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۲۷ء نمبر ۸۵ ج ۱۴ بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۲۹)

نبیوں کی آمد کے نظریے میں ایک مزید تبدیلی اس کے اس جواب میں نظر آتی ہے۔ جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے اس سوال پر دیا کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا صاحب) کے بعد بھی جب نبی آنے کا امکان ہے۔ تو آپ کو آخری زمانے کا نبی کہنے کا کیا مطلب ہے۔" اس کا جواب یہ تھا:

"آخری زمانے کا نبی اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ (مرزا صاحب) کے توسط کے بغیر کسی کو نبوت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

(خطبہ جمعہ میاں بشیر الدین محمود مندرجہ الفضل نمبر ۱۲۰ ج ۲ مورخہ ۲ مئی ۱۹۳۱ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۲۹)

مرزا صاحب اور ان کے جانشین کے یہ تمام مختلف بیانات مرزا صاحب کی اس پالیسی کے عین مطابق ہیں کہ ایک ہی کتاب یا رسالے میں بیک وقت یا بعد میں دوسری کتابوں یا رسالوں میں مختلف بلکہ متضاد باتیں کہہ دی جائیں۔ بہر حال مرزا صاحب کی کتابوں اور کلمۃ الفصل اور تشحیذ الاذہان کے اقتباسات اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حقیقتاً اپنے آخری نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

علامہ اقبال کی آراء سے ان نظریات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"بانی کا اپنا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمانہ اسلوب سے بالکل ملتا ہے۔ یہ ہے کہ اگر پیغمبر اسلام کی روحانیت کسی اور نبی کی تخلیق نہ کر سکے تو وہ خود ناقص ٹھہرے گی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ خود اس کی نبوت پیغمبر اسلام کی روحانیت کے تخلیق انبیاء کی صفت سے متصف ہونے کا ثبوت ہے۔ لیکن اگر آپ اس سے مزید سوال کریں کہ کیا حضرت محمدؐ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبیوں کی تخلیق کے قابل ہے، تو اس کا جواب ہے "نہیں" اس کا حقیقی مفہوم یہ ہوگا: "محمدؐ آخری نبی نہیں ہے۔ آخری میں ہوں۔ تاریخ انسانیت میں عموماً اور تاریخ ایشیاء میں خصوصاً ختم نبوت کے اسلامی عقیدے کی فکری قدر و منزلت کے ادراک سے صرف نظر کرتے ہوئے وہ سمجھتا ہے کہ اس معنی میں ختمیت کہ محمدؐ کا کوئی پیروکار مرتبہ نبوت نہ پا سکے، نبوت محمدیہؐ کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ جہاں تک میں اس کی نفسیات کا مطالعہ کر سکا ہوں۔ وہ اپنے دعویٰ نبوت کی خاطر جسے وہ پیغمبر اسلام کی تخلیقی روحانیت قرار دیتا ہے، استعمال کرتا ہے اور پھر اسی لمحہ پیغمبر اسلام کی روحانیت کی تخلیقی صلاحیت کو صرف ایک نبی یعنی بانی تحریک احمدیہ کی تخلیق تک محدود کر کے، ان کی ختمیت کی نفی کرتا ہے۔ سو یوں یہ نیا نبی چپکے سے اس ذات کی ختمیت کو چرا لیتا ہے۔ جسے وہ اپنا روحانی مورث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کے بروز ہونے کا مدعی ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے سے ان کی ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اس نے دو ختمیتوں، ایک خود اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری پیغمبر اسلام ﷺ کی، کی نشاندہی کر کے ختم نبوت کے معنی کو نظر انداز کیا ہے۔ تاہم یہ امر بالکل واضح ہے کہ بروز کا لفظ، کامل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ کیونکہ بروز اصل کے مماثل ہوتا ہے۔ اگر یہ سمجھیں تو پھر بھی دلیل بیکار رہے گی۔ لیکن اگر اسے آریائی معنوں میں تناسخ کے مفہوم میں لیں۔ تو استدلال خوشنما ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا مصنف چھپا ہوا مجوسی بن کر رہ جاتا ہے۔"

(Thoughts and reflections of Iqbal از عبدالوحید ص ۲۶۶، ۲۶۸)

یہ واضح ہے کہ شریعت کا ایسا کوئی اصول نہیں جس سے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد کی گنجائش نکلتی ہو اور نہ شریعت میں بروز، حلول، ظل وغیرہ کا کوئی تصور موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ثانیہ اور مہدی کے ظہور کی احادیث کسی بھی طرح مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے دعوؤں کی پوری عمارت نہ صرف متن قرآن بلکہ احادیث کی تاویلات پر کھڑی کی۔ قادیان دمشق بنا اور مسجد اقصیٰ قادیان کی مسجد ہے۔

ان کی راہ میں بڑی مشکل عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کو میدان سے ہٹانا ضروری تھا اور یہ مقصد ان کی کشمیر میں اپنی طبعی موت کے تصور سے پورا کیا گیا۔ ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات پیش کرنے کو کہا گیا تو جواب میں انہوں نے عیسیٰ اور ان کے معجزات کے دلائل کا مذاق اڑایا۔

دعویٰ نبوت کا نتیجہ بے قاعدگیوں کے سوا کیا ہوتا۔ ان کے دعویٰ کے یہ جزوی نتائج سامنے آ چکے ہیں۔ مزید خلاف ورزیاں بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے رائے بنالی تھی کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر اور حدیث کی صحت کو جانچنے کے صرف وہی اہل ہیں۔

آیئے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اسلامی نقطہ نظر سمجھ لیں اور ان کے بارے میں مرزا صاحب کا تصور بھی۔

اللہ کے تمام انبیاء اور رسل پر ایمان لانا ایک مسلمان کے ایمان کا جزو ہے۔

"والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالآخرة هم یوقنون (البقرة:٤)" ﴿اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل ہوا اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔﴾

"من آمن باللہ والیوم...... والنبیین (البقرة:۷۷" ﴿جو اللہ پر اور دن...... اور نبیوں پر ایمان لائے۔﴾ نیز آیات ۱۷۹/۳، ۱۵۸/۷، ۱۳۶/۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"فامنوا باللہ ورسلہ" ﴿پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔﴾

ایک اور مشہور اصول یہ ہے کہ مسلمان انبیاء میں تفریق نہیں کرتے۔

"لانفرق بین احد من رسلہ (البقرة:۲۸۵)" ﴿ہم ان کے رسولوں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔﴾

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تخیروا بین الانبیاء" ﴿انبیاء کے درمیان افضلیت میں ترجیح نہ دو۔﴾

عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماینبغی لنبی ان یقول انی..... خیر من یونس بن متی" ﴿کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کہے..... کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں (ایضاً)﴾

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے پیٹ دیا۔ تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ آپ کے ایک صحابی نے مجھے پیٹا ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اسے کیوں پیٹا ہے؟ اس (صحابی) نے جواب دیا کہ اس (یہودی) نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ پر افضلیت دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک نبی کو دوسرے نبی پر افضلیت یا ترجیح مت دو"

صحیح بخاری میں اس شکایت پر آنحضرت ﷺ کے سخت رد عمل کا اظہار ان الفاظ میں مذکور ہے: "فغضب النبی ﷺ حتی رؤی فی وجھہ" ﴿نبی ﷺ اس قدر غضبناک ہوئے کہ غصہ آپؐ کے چہرے میں دیکھا گیا۔﴾

قرآن کریم حضرت مریمؑ کی پیدائش اور تربیت حضرت یحییٰؑ کی پیدائش جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دینے والے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا بیان کس قدر تفصیل سے کرتا ہے۔ (دیکھیے سورۃ آل عمران کی آیات ۳۵ تا ۴۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق آیات یہاں درج کی جاتی ہیں:

"واذکر فی الکتب مریم اذانتبذت من اھلھا مکانا شرقیا" ﴿اور کتاب میں مریم کو یاد کر جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب کی جگہ میں جا بیٹھی۔﴾

"فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا" ﴿پس اس نے اپنے آپ کو ان سے پردے میں کر لیا تو ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا جو اس کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں نمودار ہوا۔﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقيا" ﴿وہ بولی کہ اگر تم کوئی خدا ترس آدمی ہو تو میں تم سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔﴾

"قال انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زكيا" ﴿اس نے کہا میں تیرے رب ہی کا فرستادہ ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔﴾

"قالت انّٰی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا" ﴿وہ بولی میرے لڑکا کیسے ہوگا جبکہ نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔﴾

"قال كذلك قال ربك هو علّی هیّن ولنجعله اية للناس ورحمة منا وكان امرا مقضیا" ﴿اس نے کہا یوں ہی ہوگا۔ تیرے رب کا فرمان ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے تا کہ ہم ان لوگوں کے لئے اپنی ایک نشانی اور اپنی جانب سے رحمت بنائیں اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔﴾

"فحملته فانتبذت به مكانا قصیا" ﴿پس اس نے اس کا حمل اٹھالیا اور اسے لے کر ایک دور کے مقام کو چلی گئی۔﴾

"فاجاءها المخاض الی جذع النخلة ، قالت یلیتنی مت قبل هذا وكنت نسیا منسیا. فنادا ها من تحتها الا تحزنی قدجعل ربك تحتك سریا، وهزی الیك بجذع النخلة تساقط علیك رطبا جنیا فكلی واشربی وقرّی عینا فاما ترینّ من البشر احد فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اكلم الیوم انسیا" ﴿پھر اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کے پاس لے گیا۔ اس نے کہا، اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر کھپ کے بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔ پس اس کے نیچے سے فرشتے نے اس کو آواز دی کہ مغموم نہ ہو۔ تمہارے نیچے سے تمہارے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ تو کھجور کے تنہ کو اپنی طرف ہلا، تجھ پر تازہ خرمے جھڑیں گے۔ پس کھا، پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پس اگر تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو اسے کہہ دے کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مان رکھی ہے۔ اس لئے آج میں کسی انسان سے بات نہیں کر سکتی۔﴾

"فاتت به قومها تحمله، قالوا یامریم لقد جئت شیئا فریا" ﴿پس وہ اس کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا اے مریم! تو نے تو یہ نہایت عجیب حرکت کر ڈالی ہے۔﴾

"یااخت هارون ماكان ابوك امرا سوء وماكانت امك بغیا. فا شارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

الیہ، قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا " ﴿باپ ہی کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہارے ماں ہی کوئی بدکار تھی۔ پس اس نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا ہم اس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے؟﴾

"قال انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا " ﴿اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطاء فرمائی اور مجھے نبی بنایا ہے۔﴾

"وجعلنی مبارکا این ماکنت واوصنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا، وبرآ بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا" ﴿اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے خیر و برکت والا بنایا ہے اور جب تک زندہ رہوں اس نے مجھے نماز اور روزہ کی ہدایت کی ہے اور مجھے ماں کا فرمانبردار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا ہے۔﴾

"والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا " ﴿مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا۔ جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔﴾

"ذلك عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیه یمترون (مریم آیات ۱۶ تا ۳۴) " ﴿یہ ہے عیسیٰ بن مریم! یہ اصل حقیقت کا بیان ہے جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔﴾

"اذ قالت الملائکة یمریم ان اللہ یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ بن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرة ومن المقربین " ﴿یاد کرو جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذی وجاہت اور مقرب بندوں میں سے ہوگا۔﴾

"ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین۔ قالت رب انّی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلك اللہ یخلق مایشاء اذاقضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون " ﴿وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا اور ادھیڑ ہو کر بھی اور وہ صالحین کے گروہ میں سے ہوگا۔ وہ بولی میرے پروردگار! میرے کس طرح لڑکا ہوگا جبکہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ارشاد ہوا، اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔﴾

"ویعلمه الکتب والحکمة والتوراة والانجیل " ﴿اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ورسولا الی بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰه وابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن اللّٰه وانبئکم بماتاکلون وماتد خرون فی بیوتکم ان فی ذلك لایة لکم ان کنتم مؤمنین (آل عمران آیات ۴۵تا۴۹)"

﴿اور اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔(چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کو دعوت دی کہ) میں تمہارے خداوند کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندوں کی صورت کے مانند بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مار دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم کھاتے اور ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں۔ بیشک ان باتوں کے اندر تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔﴾

آیت نمبر ۴۹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو بیان کرتی ہے جو انہیں بطور نشانی عطاء کئے گئے تھے۔ تاہم کئی آیات کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے تصور کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً آیات نمبر ۳/۵۹، ۴/۱۷۱ اور ۵/۷۲ وغیرہ۔

مرزا صاحب نے ایک طرف اللہ کے تمام انبیاء اور رسل پر برتری کا دعویٰ کیا اور دوسری طرف انبیاء خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہتک آمیز زبان استعمال کی۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا:

"خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔" (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

قران کریم کی آیت ۳/۴۹ میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ بن جاتا۔ وہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر لیتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یہ ان کی نشانیاں تھیں۔ مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تو انہیں بھی کچھ ایسے معجزات دکھانے کو کہا گیا۔ تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کر دیا اور کہا کہ قرآن کریم میں معجزات کا بیان صرف بطور تشبیہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ایسے معجزات پر اعتقاد رکھنے کی مذمت کی اور اسے "صریح الحاد اور سخت بے ایمانی قرار دیا۔" (ازالہ اوہام ص۲۹۶، خزائن ج۳ ص۲۵۱)

انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھا کہ "آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

پھر انہوں نے ایک مختلف مؤقف اختیار کرتے ہوئے لکھا کہ "سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور پر ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۳۰۲، خزائن ج۳ ص۲۵۴)

یہ صرف عمل الترب (مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔

(ازالہ اوہام ص۳۲۲، خزائن ج۳ ص۲۶۳)

"اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے......اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، ازالہ اوہام ص۳۲۲، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

مرزا صاحب نے لکھا کہ "اب یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن حکم الٰہی اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے۔"

(ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۷ حاشیہ)

اور "اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے قوی امید رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں سے حضرت ابن مریم سے کم نہ تھا۔"

(ازالہ اوہام ص۳۱۰، خزائن ج۳ ص۲۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں مرزا صاحب نے کہا:

"اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قویٰ سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔" (چشمہ مسیحی ص۲۷، خزائن ج۲۰ ص۳۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزا صاحب کی اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ "عیسیٰ ہیجڑا اور مردانہ صفات سے عاری ہونے کی بناء پر شادی نہ کر سکا۔"

(دیکھئے مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۸ طبع جدید ج ا ص ۱۹۲)

مرزا صاحب نے کہا کہ "آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا شجرۂ نسب انتہائی گندہ تھا۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

نیز الزام لگایا کہ "ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے...... آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔"

(ایضاً ص ۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

ایک دفعہ مرزا صاحب کو افیون کے استعمال کا مشورہ دیا گیا تو فوراً بولے کہ پھر لوگ کہیں گے کہ:

"پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیون خور۔" (نسیم دعوت ص ۶۷، خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۵)

میں نے صرف چند اقتباسات پیش کئے ہیں۔ جن میں مرزا صاحب نے اللہ کے ایک عظیم نبی کے بارے میں حقارت آمیز، نفرت آمیز اور گھٹیا کلمات استعمال کئے ہیں۔ میں نے ان حوالوں کو پیش کرنے سے عموماً احتراز کیا ہے۔ جن کے بارے میں ان کا بہانہ یہ ہے کہ وہ ان عیسائی مشنریوں کے ساتھ مناظروں میں ردعمل کے طور پر کہے گئے تھے جو رسول کریم ﷺ کی شان میں زیادہ گندی زبان استعمال کرتے تھے۔ کوئی مناظرہ باز اسے جائز سمجھے تو سمجھے لیکن اسلام کسی بھی نبی یا رسول کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ عہد نامہ قدیم میں کئی انبیاء مثلاً نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بارے میں کئی نفرت انگیز باتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسلامی عقیدے کی رو سے نبی معصوم ہوتا ہے۔ لوگوں کا ایسا رہنماء جس کا مشن ہی ان کو نیکی کی تعلیم و تربیت دینا ہو، وہ خود نیک ہی ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے حمل اور عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ بہت عمدہ انداز میں کیا گیا ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اسے برسات کے موسم میں کیڑے مکوڑوں کی پیدائش سے تشبیہ دے دی۔ مرزا صاحب ایک تالاب کی مٹی میں معجزاتی خصوصیات تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ایک نبی اللہ کے معجزات کو نہیں مانتے۔

یہ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اپنے کمرے کے قریب واقع مسجد کو بیت الذکر کا نام دیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوتا ہے، امن میں ہے۔ اسے مکہ کے کعبہ یا بیت الحرام کی خصوصیت دے دی ہے۔

(براہین ص ۵۵۹، خزائن ج ا ص ۶۶۷)

دوسرا قدم یہ تھا کہ قادیان کا مرتبہ بڑھا کر اسے مکہ کے مساوی قرار دیا جائے۔ انہوں نے درثمین (ص ۵۰) پر لکھا:

"زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے"

اپنے طور پر اس شعر کی کوئی زیادہ معنویت نہ ہوتی لیکن دوسرے حالات کے پیش نظر یہ بہت ہی متعلق ہے۔

آئینہ کمالات اسلام (ص ۳۵۲، خزائن ج ۵ ص ایضا) میں مرزا صاحب نے قرار دیا کہ "قادیان میں منعقدہ سالانہ جلسے میں شرکت کا ثواب نفلی حج سے زیادہ ہے۔"

مرزا صاحب نے صاحبزادہ عبداللطیف کو حج پر جانے سے روک دیا۔ وہ احمدیت کی تعلیم پانے کے لئے قادیان رک گیا۔

(قادیانی مذہب ص ۴۴۱، الفضل ج ۲۰ نمبر ۸۰ ص ۴، مورخہ ۵/ جنوری ۱۹۳۳)

"مرزا بشیر الدین محمود احمد نے قادیان آنے کو حج کے برابر قرار دیا۔"

(قادیانی مذہب ص ۴۳۹، الفضل ج ۲۰ نمبر ۶۶ ص ۵، مورخہ یکم / دسمبر ۱۹۳۲ء)

مرزا صاحب نے اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ کا نام دیا۔

(تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۳۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۶)

اس کا مشرقی مینارہ بنوایا جا رہا تھا۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ مسیح دمشق کے مشرقی مینارہ پر نازل ہوگا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ نزول (بیت المقدس) مسجد الاقصیٰ سے ہوگا۔ اس طریقے پر جسے معقولیت کا مذاق ہی کہا جا سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ مذکورہ بالا مینارہ مسجد الاقصیٰ کا ہی ہے۔ اس لئے قادیان میں واقع ان کی مسجد کا مینارہ تعمیر کر دیا جائے تاکہ رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کا منشاء پورا ہو جائے۔

(تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۳۸، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۷)

مرزا صاحب نے قرآن کریم کی آیت ۱۷/۱

"سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاقصا الذی برکنا حوله لنریه من ایتنا، انه هو السمیع البصیر (سورہ بنی اسرائیل:۱) " ﴿پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی ایک شب مسجد الحرام سے اس مسجد اقصیٰ تک جس کے اردگرد کو ہم نے برکت بخشی تا کہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک سمیع و بصیر وہی ہے۔﴾

جو رسول اللہ ﷺ کی معراج کے بارے میں ہے، کا حوالہ دیا اور اسی طریقہ استدلال کو اختیار کرتے ہوئے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ معراج کی رات کعبہ (مکہ) سے قادیان کی مسجد اقصیٰ تک سیر فرما ہوئے۔"

(تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۳۹، ۴۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۸، ۲۸۹)

شریعت پٹیشن نمبر ۲/ اپریل ۱۹۸۴ء کے درخواست دہندہ کیپٹن عبدالواجد جو احمدیوں کے لاہوری گروہ کے رکن ہیں، کے دلائل عموماً دوسری شریعت پٹیشن کے درخواست دہندہ مجیب الرحمٰن کے دلائل کا اعادہ تھے۔ تاہم انہوں نے احمدیوں کے لاہوری گروہ اور قادیانی گروہ کے عقائد کے مابین فرق کا نکتہ اٹھایا اور کہا کہ لاہوری گروہ مرزا صاحب کی نبوت کا عقیدہ نہیں رکھتا اور نہ ہی مرزا صاحب نے کبھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لاہوری گروہ کے لوگ حضرت محمد ﷺ کی غیر مشروط اور قطعی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو مہدی معہود، مسیح موعود، مجدد اور محدث، نبوت سے کم تر چیز سمجھتے ہیں۔

اس بارے میں انہوں نے کئی کتابوں جن میں ازالہ اوہام، نشان آسمانی، آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، ایام صلح وغیرہ شامل ہیں، کا سہارا لیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ان پر یہ امر واضح کیا گیا کہ اس بارے میں مرزا صاحب کی تحریریں ۱۹۰۱ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک کی متعلقہ تحریریں ہوں گی اور "ایک غلطی کا ازالہ" ایک بنیادی تحریر ہے۔ انہوں نے اس رسالے کے کچھ حصے پڑھے لیکن وہ نہیں جو موضوع سے متعلق ہیں۔

کیپٹن عبدالواجد نے اس بات کا انکار کیا کہ مرزا صاحب یا قادیانیوں کے لاہوری گروہ نے کبھی امت مسلمہ یا جو بھی کلمہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے) پڑھتے ہوں، کو کبھی مرزا صاحب کے بارے میں ان کے عقیدے کی وجہ سے کافر قرار دیا ہو۔ تاہم انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں، وہ اس الزام کے بعد کافر ہو جاتے ہیں۔

ان دونوں دعووں میں کوئی وزن نہیں۔ مرزا صاحب کی تحریروں سے واضح ہوگا کہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ لاہوری گروہ کا بانی (مولوی محمد علی) بھی ۱۹۱۴ء تک جب اس نے احمدیوں کی بڑی جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنا گروہ بنالیا، انہیں نبی مانتا رہا۔ اس مفروضے کی تائید میں عبدالقادر کی کتاب ''حیات طیبہ'' جو مرزا صاحب کی سوانح حیات ہے، سے حوالے دیے جاسکتے ہیں۔ صرف دو اقتباسات کافی ہوں گے۔

(ص ۲۹۹) پر بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں محمد علی استغاثہ کے طور پر بطور گواہ پیش ہوا اور حلفاً بیان دیا کہ: ''مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔''

(ص ۳۰۰) پر مولوی محمد علی کی تحریر جو اس کے اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی تھی، میں سے مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا گیا ہے:

''ہم حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔''

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہے کہ مولوی محمد علی اور اس کے ساتھی مرزا صاحب کو ان کی زندگی اور ان کے جانشین ایم نورالدین کے زمانہ تک نبی مانتے رہے۔ یہ بعد کی بات ہے کہ جب مولوی محمد علی احمدیوں کی عام جماعت سے علیحدہ ہوا۔ تو اس نے یہ مختلف مؤقف اختیار کرلیا کہ ''امت کے اندر رہ کر بھی نبوت کا دعویٰ کرنا کذاب کا کام ہے۔'' (النبوۃ فی الاسلام ص ۱۱۵)

اور یہ کہ ''میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخ کنی سمجھتا ہوں۔''

(پیغام صلح ج ۲ ص ۱۱۹ مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

جب مرزا صاحب نے صرف مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا تو انہیں کفر کے فتوے کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی فتویٰ ان کے پیروؤں پر بھی منطبق ہوتا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جنہوں نے براہین احمدیہ کے کچھ اجزاء کی تحریر کرنے پر مرزا صاحب کی تعریف کی تھی، ان دعوؤں کی بناء پر حقیقت حال سے آگاہ ہو گئے اور ان کے سخت مخالف بن گئے۔ انہوں نے نہ صرف خود ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا بلکہ اس پر تمام ہندوستان کے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کے دستخط حاصل کیے۔ (حیات طیبہ از عبدالقادر ص ۱۳۲)

تاہم ان فتوؤں سے متاثر ہوئے بغیر اس نکتے کا معروضی مطالعہ ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی تحریروں کے اقتباسات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا غیر مبہم دعویٰ کیا تھا اور ان تمام لوگوں کو جنہوں نے ان کا دعویٰ قبول

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا تھا، کافر قرار دیا تھا۔

اب اسلام کا ان لوگوں کے بارے میں کیا موقف ہے، جو ایک کافر کے واضح کفر کو نظر انداز کریں یا اس سے آنکھیں بند کرلیں اور اسے مامور من اللہ، مجدد مسیح موعود اور مہدی مانیں۔ حالانکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں ہوسکتا؟ کیا کفر کی تائید کفر نہیں ہے؟

''اسلام کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ جو شخص کفر کو نیکی سمجھے یا اس پر راضی ہوجائے یا اس پر خوش ہوجائے، وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (اکفار الملحدین از مولانا انور شاہ کشمیری ص ۵۹)

(البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴) پر لکھا ہے کہ:

''جو یہودی احبار کے خطبوں کو مستحسن خیال کرے اور ان کی تاویل کو پسند کرے، وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے اس اصول کو کچھ زیادہ صاف گوئی میں پیش کرتے ہوئے لکھ دیا کہ

''اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہوجاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۶۴، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۸)

قرآن کریم کی آیت نمبر ۲/۲۵۶ اس نکتہ پر موزوں ہے اور وہ یہ ہے:

''لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغیّ، فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی، لا انفصام لھا، واللہ سمیع علیم (البقرہ:۲۵۶) '' ﴿دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔ تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔﴾

قرآن کریم میں متعدد مواقع پر لفظ ''طاغوت'' اللہ کے مقابل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ دیکھئے مذکورہ بالا آیت، نیز آیت نمبر ۱۶/۳۶ (اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو) اور آیت نمبر ۴/۷۶ (جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں)

طاغوت شیطان، ساحر، کاہن اور ضلالت کے لیڈر کے معانی کو متضمن ہوتا ہے۔

جوہری کہتا ہے: ''الطاغوت الکاھن والشیطان وکل رأس فی الضلال (قرطبی) '' ﴿طاغوت، کاہن، شیطان، گمراہی کا ہر لیڈر رہتا ہے۔﴾

''کل رأس فی الضلال '' ﴿ضلالت کا ہر لیڈر﴾ میں کسی ایسے مذہب یا نظریے کا بانی جو لوگوں کو گمراہ کرے یا جو صراط مستقیم کے مخالف ہو، شامل ہے۔

(دیکھئے ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ جو اب سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے جج ہیں، ج اول صفحات ۱۷۹، ۱۸۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی بناء پر اس آیت نمبر ۲/۲۵۶ میں مستعمل لفظ ''طاغوت'' کا ترجمہ مختلف مترجمین نے مختلف کیا ہے۔ پکتھل نے اس کا ترجمہ ''جھوٹا خدا'' جب کہ آربری نے ''بت'' کیا ہے۔ مولانا محمود حسنؒ نے اس کا ترجمہ ''گمراہ کرنے والا'' کیا ہے۔ یہ بہت ہی مناسب ترجمہ ہے اور سب کو شامل کرتا ہے۔ یہ ایسے شخص کو شامل ہے، جو الحاد کے کی مذہب کی بنیاد رکھتا ہے۔

ایک مؤمن یا مسلمان کا وصف یہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھے اور طاغوت جس میں جھوٹا نبی شامل ہے، کا کفر یا انکار کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص ایک جھوٹے نبی، ضلالت کے لیڈر یا کسی ایسے مذہب کے بانی، جو اسلام سے انحراف ہو، کا انکار نہیں کرتا، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ خواہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔ ایسے شخص کا معاملہ جو طاغوت اور اللہ دونوں پر ایمان رکھے، اس سے بھی بدتر ہوگا۔

اسے کسی بھی تصور یا تاویل سے مسلمانوں کے مساوی درجہ پر نہیں رکھا جاسکتا۔ ''سد ذرائع'' کے اصول کی رو سے بھی امت کو انتشار سے بچانے کی خاطر ایسے گمراہ شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا چاہیے تاکہ طاغوت پر اعتقاد کے شر سے امت مسلمہ محفوظ رہے۔

مرزا صاحب نے رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں پہلی دفعہ نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کے لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی تحریر سے چند روز پہلے ایک ''مخالف'' نے مرزا صاحب کے ایک پیروکار پر یہ اعتراض کیا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ پیروکار نے اس الزام کا انکار کردیا۔ مرزا صاحب نے لکھا کہ یہ انکار درست نہ تھا۔ ''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ، پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں...... اور براہین احمدیہ میں جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہوچکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' (براہین احمدیہ ص ۴۹۹) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔'' (دیکھو براہین احمدیہ ص ۵۰۴) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم'' (قرآن کریم کی آیت نمبر ۴۸/۲۹، ترجمہ یوں ہے: ''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں۔" اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی...... اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ا، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶، ۲۰۷)

پھر مرزا صاحب نے اس اعتراض پر بحث کی ہے کہ چونکہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیا میں دوبارہ آمد بحیثیت نبی کے مسلمانوں کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی آیت کا معنی یہ ہے کہ "آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرۃ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷)

مرزا صاحب مزید کہتے ہیں:

"پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷، ۲۰۸)

نیز (ص ۷) پر انہوں نے لکھا:

"پس باوجود اس شخص کے دعوئ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمد خاتم النّبیین ہی رہا۔ کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹)

انہوں نے مزید لکھا:

"نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۱)

قرآن کریم کی آیت نمبر ۶۲/۳

"واخرین منهم لما یلحقوا بهم" ﴿اور انہی میں سے ان دوسروں میں بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بھی مرزا صاحب نے اسی طرح توڑ مروڑ کر اور غلط معنی پہناتے ہوئے اپنے نظریے پر چسپاں کرنے اور اپنے سمیت مستقبل کے نبیوں پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھا ہے:

"میں...... بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

قرآن کریم کی آیت نمبر ۶۲/۳ کو اس سے قبل کی آیت ۶۲/۲ سے ملا کر پڑھنا چاہئے۔ اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کی بعثت کے مقاصد سے ہے کہ "اسی نے بھیجا ہے امیوں میں ایک رسول انہی میں سے جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے (اور انہی میں سے ان دوسروں میں بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔") (بریکٹ کے الفاظ اس حصے کا ترجمہ ہے جس سے مرزا صاحب نے غلط مفہوم نکالا ہے)

یہ دونوں آیات (۶۲/۲، ۶۲/۳) صرف ایک ہی نبی یعنی رسول کریم ﷺ کا تذکرہ کرتی ہیں۔ ان کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ان کا پیغام جو وحی الٰہی یعنی آیات کریمہ اور حکمت پر مشتمل ہے، کی تعلیم ان کی وفات کے بعد آئندہ نسلوں میں جاری رہے گی۔ ان آیات میں آئندہ ہونے والے نبیوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیونکہ نبوت پر مہر لگ چکی ہے۔

انہوں نے پھر اپنی بروزی نبوت کا دعویٰ دہرایا اور لکھا: "اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶)

یہ واضح ہے کہ مرزا صاحب کے اس ادعا کہ وہ خود محمد اور احمد (رسول اللہ ﷺ کے اسماء گرامی) ہیں، کے نتائج سخت اضطراب کا باعث بنے۔ مرزا صاحب کے ساتھی رسول کریم کے صحابہ بن گئے۔ مسلمانوں کے کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں محمد سے مراد مرزا صاحب ہوگئے۔ جہاں بھی لفظ محمد پڑھا یا لکھا جائے۔ اس سے مراد مرزا صاحب ہوگئے۔

اب خود اسی تصور کا تجزیہ کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر عبدالقادر محمود کی کتاب "الفلسفۃ الصوفیۃ فی الاسلام" کے (صفحات ۱۱ تا ۱۵) میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ظلی اور بروزی کے معانی ہندوؤں کے ہاں حلول اور تناسخ کے تصورات سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ بروز کے معنی اوتار ہے۔ اپنے لیکچر سیالکوٹ (ص ۳۳، خزائن ج ۲۰ ص ۲۲۸) میں کہتے ہیں: ''آخر یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں...... اب یہ واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے، درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا...... اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا...... خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔''

(ضمیمہ رسالہ جہاد مطبوعہ ۱۹۰۰ء) میں انہوں نے لکھا:

''سو اس وقت خدا نے مجھے...... حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ایسا ہی اس نے...... میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد ﷺ کا اوتار بنا دیا۔ سو میں ان معنوں میں کر کے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمد مہدی بھی...... اور یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔''

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۶، ۷، خزائن ج ۱۷ ص ۲۸، ۲۷)

اسلام کی صاف شفاف شریعت میں حلول یا تناسخ کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ ان اصطلاحات کا رواج ایسے لوگوں مثلاً مزدک اور لیمان کی جانب سے ہوا جو تناسخ کے قائل تھے۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کا بھی کوئی تصور موجود نہیں۔ (خاتم النبیین مولانا انور شاہ کشمیری ص ۲۱۰)

مولانا محمد یوسف بنوری ''موقف الامۃ الاسلامیہ'' میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ظلیت اور بروز کا سارا نظریہ ہندو تصور ہے اور اسلام میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں۔ نیز عبدالقادر بغدادی (م ۴۲۹) نے بھی کہا ہے کہ حلول کی دلیل جھوٹی اور بے کار ہے۔ (اصول الدین ص ۷۴)

مجدد الف ثانی جن کی تحریروں پر مرزا صاحب اعتماد کرتے ہیں، بھی نبوت میں ظل کے تصور کی تردید کرتے ہوئے اپنے مکتوب نمبر ۳۰۱ میں کہتے ہیں کہ: ''نبوت قرب الٰہی سے عبارت ہے۔ اس میں ظلیت کا کوئی اشارہ یا اشتباہ تک موجود نہیں ہوتا۔''

درخواست دہندگان کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ قادیانی امت مسلمہ کا حصہ ہیں اور محض عقیدے کے اختلافات کی بناء پر امت کے ایک رکن کو اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تعریف کی رو سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا عقیدہ رکھے، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اور امت مسلمہ کا رکن ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیت نمبر ۹۴/۴ کا حوالہ دیا کہ "جو شخص مسلمان ایسا سلام (السلام علیکم! یعنی تم پر سلامتی ہو) کہے اسے غیر مسلم نہیں کہنا چاہیے۔"

نیز فقہاء کی ان آراء کا حوالہ دیا کہ جو "لا الــه الا الله" پڑھے اسے (جہاد میں) قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ چند احادیث پیش کیں۔ جن پر ان آراء کی بنیاد ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ امت یا امت مسلمہ کیا چیز ہے؟

لفظ امت (جمع امم) مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لوگ یا افراد (آیت نمبر ۲۱۱/۴۳) طریقہ یا اصول (آیت ۲۳/۴۳) مدت (آیت نمبر ۷/۱۱) راہنما یا قائد (آیت نمبر ۱۲/۱۶) قوم (آیت ۳۶/۱۶) ایک ہی نبی یا ایک ہی دین کے پیروکار (آیات ۲۱۳/۲ اور ۹۲/۲۱)

(دیکھیے غریب القرآن فی لغت القرآن از علامہ شیرازی ص ۱۸، ۱۹، نیز عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹۸)

امام راغب کہتے ہیں کہ امت ہر ایسی جماعت ہے جو کسی امر میں مشترک ہو (جو نظریے، عقیدے اور سماجی، ثقافتی، معاشی، سیاسی اور دینی خواہشات کے اشتراک کو شامل ہے)

(المفردات فی غرائب القرآن ص ۲۳)

اس کی واضح مثال قرآن کریم کی درج ذیل آیت ہے:

"ومامن دآبة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم، ما فرطنا فی الکتاب من شئ ثم الی ربهم یحشرون (الانعام:۳۸)" ﴿اور کوئی جانور نہیں جو زمین پر چلتا ہو اور کوئی پرندہ نہیں جو دونوں بازوؤں سے اڑتا ہو مگر یہ سب تمہاری ہی طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے پروردگار کے حضور اکٹھے کیے جائیں گے۔﴾

اس آیت میں جانوروں کی ہر اس نوع کو شامل کیا گیا جو ایک طرز پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ مثلاً مکڑی اپنا جالا بنتی ہے اور سفید مور اپنا گھونسلا تنکوں سے بناتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے سب انسان ایک ہی امت تھے۔ (آیت ۲۱۳/۲) پھر بعد میں وہ گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور امت کے تعین کے لئے جماعتی رشتہ گروہی رشتہ یا دینی رشتہ ہی فیصلہ کن عنصر قرار پائے۔

آیت نمبر ۴۸/۵ میں ارشاد ہوتا ہے: "ولـو شـاء الله لـجـعـلـکـم امة واحدة" ﴿اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی جماعت بنا دیتا۔﴾

جماعت کی وحدت سے مراد ایمان میں متحد ہونا ہے۔ (المفردات ص ۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات لفظ امت سے مراد ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی جانب کسی پیغمبر کی بعثت ہوتی ہے۔ (دیکھئے آیات ۱۰/۴۷، ۲۳/۴۴، ۳۵/۲۴ اور ۴۰/۵) اور کبھی اس کا اطلاق ایسے لوگوں پر ہوتا ہے۔ جو کسی ایک نبی پر ایمان رکھتے ہوں۔ (آیات ۵/۴۸، ۱۶/۹۳، ۲۲/۶۷ اور ۲/۴۲) اول الذکر کو "امة الدعوة" اور دوسری کو "امة الاجابه" کہا جاتا ہے۔

(دیکھئے کشاف اصطلاحات الفنون تھانوی حصہ اول ص ۹۱)

قرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کی امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔ آیت ۳/۱۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے: "كنتم خير امة اخرجت للناس" ﴿تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔﴾

اور پھر اسی امت کی صفات کا بیان ہوا ہے: "تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله" ﴿تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔﴾

اور پھر یہی آیت بہترین امت اور اہل کتاب کے مابین فرق کو واضح کرتی ہے: "ولو امن اهل الكتاب لكان خيرا لهم، منهم المؤمنون واكثرهم الفاسقون (آل عمران آیت: ۱۱۰" ﴿اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لئے یہ بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔﴾

آنحضرت ﷺ نے فنی طور پر امت کے لفظ کو دونوں معنی یعنی آپ ﷺ پر ایمان رکھنے والوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی جماعت اور صرف آپ ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کی جماعت کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ لفظ ان دونوں معانی کے لئے میثاق مدینہ میں استعمال فرمایا ہے۔ میثاق کا دیباچہ یوں ہے:

"هذا كتاب من محمد النبى بين المؤمنين والمسلمين من قريش يثرب ومن تبعهم فلحق بهم و جاهد معهم فانهم امة من دون الناس" ﴿یہ نوشتہ ہے محمد نبی کی طرف سے قریش یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں اور ان میں شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں شامل ہوں۔ پس وہ دوسرے لوگوں کے مقابل میں ایک امت ہیں۔﴾

اسی میثاق کی دفعہ ۲۶ میں یہ الفاظ ہیں: "ان يهود بنى عوف امة مع المسلمين" ﴿بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک امت ہیں۔﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سیرت ابن ہشام ج اول ص ۵۵۴ اردو ترجمہ) "جو لوگ معاہدے میں فریق ہیں وہ گروہ ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک، ایک امت ہیں۔"

اور وہ یہودی جو بعد میں اس میثاق کے فریق بن گئے۔ انہیں مسلمانوں کے ساتھ شامل کر کے ایک ہی امت قرار دیا گیا۔ کیونکہ میثاق میں مذکورہ مقاصد اور خواہشات، تمام معاہدین کے لئے یکساں ہیں اور ایک ہی دین کی اتباع کی بناء پر مسلمان ایک ہی امت ہیں۔ یوں یہ میثاق، سیاسی معنوں میں، ایک ایسی قوم کی بنیاد رکھتا ہے۔ جو مسلم اکثریت اور غیر مسلم اقلیتوں پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں کے الگ امت ہونے کی منفرد خصوصیت پر بھی اصرار کرتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکہ میں کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے دعا کی تھی: "ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمة لك (بقرہ:۱۲۸)" ﴿اے ہمارے رب! ہم دونوں کو تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت سے بھی تو اپنی ایک فرمانبردار امت بنا۔﴾

اسلام کا ایک معنی فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ "مسلم" کا معنی "فرمانبردار" ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جو لوگ فرمانبرداری کرتے ہیں۔ وہ ایک امت شمار ہوتے ہیں یا مسلمان اپنے اسلام (فرمانبرداری) کی بدولت ایک ہی قوم ہوں گے۔ یوں اسلام کا مشترک رشتہ انہیں ایک امت میں پرو دے گا۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ مشترکہ خواہشات اور نظریات کے حامل اشخاص ایک قوم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت آیات نمبر ۳/۱۰۴ اور ۷/۱۸۱ سے، جو درج ذیل ہیں، واضح ہوتی ہے:

"ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و أولئك هم المفلحون (آل عمران:۱۰۴)" ﴿اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہو جو نیکی کی دعوت دے اور معروف کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔﴾

"وممن خلقنا امة يهدون بالحق وبه يعدلون (الاعراف:۱۸۱)" ﴿اور جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔ ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی رہا ہے جو حق کے مطابق رہنمائی کرتے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔﴾

اسلام (فرمانبرداری) صرف آنحضرت ﷺ کی امت کا دین یا نظام حیات نہیں ہے۔ تمام انبیاء، اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ کیونکہ ان پر بھی یہی وحی اور نبوت نازل ہوتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(آیت نمبر ۳/۱۶۳) ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھا اور نہ عیسائی بلکہ وہ مسلم تھا۔ (آیت ۳/۶۶) وہ اسلام جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا وہ وہی دین قیم ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ (آیت ۶/۱۶۲)

تمام انبیاء نے لوگوں کو یہی دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں۔ (آیات ۷/۵۹، ۷/۷۳، ۲۱/۲۲، ۲۳/۵۲) میں انبیاء سابقین کا تذکرہ کرنے کے بعد خصوصیت سے ارشاد ہوا: "ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ" ﴿یہ ہے تم سب کا دین، ایک ہی دین۔﴾ واضح رہے کہ قرطبی نے کہا ہے "الامۃ ھنا الدین" (یہاں لفظ امت سے مراد دین ہے) تاہم اس کا معنی جماعت بھی ہوسکتا ہے۔

اسلام میں ایمان کی بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مومن لازماً اللہ تعالیٰ پر اور حضرت محمد ﷺ سمیت تمام انبیاء پر ایمان رکھے اور آپ ﷺ کو آخری نبی اور رسول تسلیم کرے اور یہ کہ ان کے بعد روز قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہ آئے گا اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ تمام کتابوں، فرشتوں اور آخرت پر ایمان رکھے۔

اگلی شرط اقامت الصلوٰۃ ہے۔ پھر روزے رکھنا، حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ ایمان کے اجزاء ہر دین میں یکساں رہے ہیں۔ لیکن نماز اور روزے کا طریقہ، زکوٰۃ کی جزئیات اور حج کے احکام مسلمانوں کو دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اسی طرح عبادت گاہ (مسجد) اور مومنین کو نمازوں کے لئے بلانے کا طریقہ بھی دوسرے ادیان سے الگ ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی بہترین جماعت کہا گیا ہے جسے انسانیت کی خاطر کھڑا کیا گیا ہے۔ (آیت ۳/۱۱۰) وہ معروف کا حکم کرتے اور منکر سے روکتے ہیں۔ "تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" (آیات ۳/۱۰۴، ۳/۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد پوری امت پر فرض ہے کہ وہ دین کے مقاصد کو آگے بڑھائیں (آیت ۳/۱۴۴) اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں اور متحد رہیں کیونکہ استقلال اور ثابت قدمی میں انہیں دوسروں پر بازی لے جانا ہے (آیت نمبر ۳/۲۰۰) اور یہ مسلمانوں کا طریقہ یا شیوہ نہیں کہ وہ ہدایت الٰہی واضح ہو چکنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کریں (آیت ۴/۱۱۵) اس کا معنی یہ ہوا کہ انہیں لازماً آنحضرت ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ آیت نمبر ۴/۵۹ میں امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ برسر اقتدار اشخاص (جن سے مراد مرکزی ہیئت حاکمہ اور اس کے ماتحت عمال ہیں) کی اطاعت کریں۔ ان فرامین سے یہ سمجھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشکل نہیں کہ یہ امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کا پرچم بلند رکھیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے بالکل متحد رہیں۔

نسل، رنگ اور وطن سے قطع نظر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ "انما المؤمنون اخوة (آیت ۴۹/۱۰)" ایک کا قتل سب کا قتل ہے اور ایک کا موت سے بچانا سب کا بچانا ہے۔ امت مسلمہ کو حق وعدل پر قائم رہنے اور اس پر جمے رہنے اور اسے دنیا میں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (آیت ۴/۱۳۵) انسانیت کی فلاح اور بہتری کی خاطر انہیں معتدل اور امت وسط بنایا گیا ہے۔ (آیت ۳/۱۴۳!)

اس طرح پوری امت مسلمہ خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے اور یہ ایک ہی آخری نبی اور رسول کی امت ہے اور دنیا کے ہر ہر گوشے سے ایک ہی مشترکہ مرکز کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتی ہے۔ مسلمان امت کے تمام افراد کو ایک دوسرے کا بھائی گردانتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں پر کسی مصیبت یا پریشانی کے آنے سے دکھ محسوس کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ اور خواہشات یکساں ہیں۔ یہ ہے ایک امت کا حقیقی معیار!

مسلمان دیگر مذاہب کے لئے بہت زیادہ رواداری ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے ایمان پر کسی حملے اور امت کی بیخ کنی اور تباہی کو ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ انہیں یہ دونوں نہایت عزیز ہیں۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے اجتماعی سالمیت اور یکجہتی کی اساس، عوامل اور ساخت پر بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یکجہتی نامیاتی اور میکانی ہوتی ہے۔ نامیاتی یکجہتی سے مراد ایسی سالمیت ہو گی جس کے نتیجے میں عمل کی تقسیم ہوتی ہے۔ جبکہ میکانی یکجہتی سوسائٹی یا جماعت کی ایسی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے۔ جس میں تمام افراد میں بنیادی خواص مشترک ہوتے ہیں اور اسی اشتراک کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے سے ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں۔

انہوں نے استدلال کیا کہ امت مسلمہ کے لئے میکانی یکجہتی کا وصف موزوں ہے اور O.G.Burn اور NIMKOOf کی سوشیالوجی کی ایک درسی کتاب سے یہ اقتباس پیش کیا:

"میکانی سالمیت سے عوامی معاشرے کی بنیادی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ تنہائی، ثقافتی یگانگت، باہم مربوط مفاہمتوں کے ایک ہی جال کا روایتی نظام اور سب سے غالب سماجی تعلقات میں ذاتی انسانی کردار اور دوسرے درجے پر موروثی اداروں کی اہمیت اور لادینی طبقات کے بالمقابل مقدس امور کی اضافی اہمیت (ٹیوسک) نامیاتی تنظیم یا تشکیل سے مخالف خصوصیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اظہار کا میلان ہوتا ہے (مریڈا) یہ اقتباس سماجی ڈھانچے اور اس کی تہذیبی طرز تشکیل پر روشنی ڈالتا ہے۔"

ابن خلدون نے بڑی تفصیل کے ساتھ ایک ہی نسل کے قبائل اور خونی رشتوں میں مربوط حلیفوں اور اتحادیوں میں گروہی عصبیت پر بحث کی ہے۔ یہ شدید عصبیت اس بدوی زندگی کا نتیجہ ہے۔ جو انتہائی جرأت، دلیری اور شجاعت کو جنم دیتی ہے۔

(مقدمہ انگریزی ترجمہ ج اول ص ۲۶۴)

اس نے اس عصبیت کے بل بوتے پر ملکی اقتدار کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اس بارے میں دینی وحدت اور یگانگت اہم ترین نقطہ اور مؤثر عنصر شمار ہوتی ہے۔ اس نے لکھا ہے:

"اس کا راز یہ ہے کہ عرب چونکہ وحشی الخلق ہیں اور درشتی اور خودداری، بلند ہمتی اور حکمرانی کا چسکا بڑے پیمانہ پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک دوسرے کا محکوم بننا بڑی مشکل سے گوارہ کرتے ہیں۔ یہ اپنی خواہشات میں کسی خاص نقطہ پر بڑی مشکل سے جمع ہوتے ہیں۔ اب جب نبوت یا ولایت کی دعوت ان میں پھیلتی ہے تو داعی چونکہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔ تو ان کی نخوت اور اکڑ کافور ہو جاتی ہے اور یہ بہت آسانی سے رام ہو کر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ دین خود ان کی مزاجی درشتی اور اکڑ حسد و خود پسندی کے مادہ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ ان میں نبی یا ولی ان کو احکام خداوندی پر قائم رکھنے اور ناپسندیدہ اخلاق و عادات کو مٹا کر پسندیدہ صفات و خصائل ان کی جگہ پیدا کرنے کی انتھک کوشش کرتے ہیں اور اظہار حق کے لئے ان سب کو ایک جی اور ایک دل کر دیتے ہیں۔ جب یہ اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں تو ملکوں پر چھا جاتے ہیں اور ملکوں کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں سنبھال لیتے ہیں۔ عرب گو درشت خو اور درشت مزاج ہوتے ہیں۔ مگر تمام قوموں سے جلد تر حق و ہدایت قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کی طبیعتیں کج ملکات اور مذموم عادات سے پاک ہوتی ہیں۔ وحشی الطبع ہونے کے باوجود فطرت سلیمہ پر قائم اور بھلائی کو تسلیم کر لینے کی بڑی صلاحیت رکھتے ہیں اور قبیح و نازیبا عادات اور ناشائستہ جذبات قبول کرنے سے بہت دور اور بہت حد تک محفوظ ہوتے ہیں اور مذکورہ بالا حدیث "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے" کا مصداق ہوتے ہیں۔"

اس امر کا انکار ناممکن ہے کہ رنگ، علاقے، نسل، زبان اور تہذیب کے امتیازات سے قطع نظر جماعت میں تعاون، رفاقت اور اخوت اور نظریاتی وابستگی اور گہرا ارتباط ہی ان برادرانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جذبات کی آبیاری کرتے ہیں۔ جن کی مثالیں تاریخ اسلام سے پیش کرنا مشکل نہیں۔ سندھ کے راجہ داہر پر حملہ چند مسلمانوں کی امداد کی فریاد پر ہوا تھا۔ چند مسلمان بھائیوں کی فریاد پر لبیک کہتے ہوئے مسلم افواج نے سخت مشکلات کے باوجود اتنا طویل فاصلہ طے کر لیا۔

تاہم جدید دور کی قوم اور ایک دینی امت کے مابین بہت بڑا فرق ہے۔ قوم اشخاص کے ایک مجموعے کا نام ہے۔ لیکن اس مجموعے کا اساسی عامل اور قوت محرکہ ذاتی مفاد ہوتا ہے۔ ایسے مجموعے کے عوامل اور اوصاف کئی ہوتے ہیں۔ لیکن افراد اور گروہوں کا ذاتی مفاد ان میں سے ایک بلکہ بڑا معیار ہوتا ہے۔ لیکن ایک دینی امت کی تشکیل میں ایسا کوئی عامل موجود نہیں ہوتا۔ امت مسلمہ کی تشکیل و تقویت میں معاون عوامل میں اسلام کی انسانیت نواز خصوصیات، وطن، رنگ، نسل، زبان یا تہذیب کے فرق سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر امیر و غریب، آقا و غلام، مرد و عورت کی مساوات کی تاکید، اخوت اور انفرادی آزادیوں کی ضمانت شامل ہیں۔

افواج اسلام انہی اوصاف کی علمبردار تھیں اور انہوں نے بردباری، رواداری کی سپرٹ اور علم و تحقیق کی محبت کو پھیلایا۔ اگرچہ اپنے سیاسی ضعف کے ادوار میں وہ خود ظلم اور مذہبی تشدد کا شکار ہوئے۔

ایک امت کے افراد میں انجذاب کے دیگر عوامل میں اپنے ورثے سے محبت اور اپنی تاریخ پر افتخار بھی شامل ہیں۔

یہ تمام عوامل دین کی تعلیمات اور اسلام کے قوت محرکہ ہونے کے امتیازی وصف کا نتیجہ ہیں۔ لیکن سب سے بڑا عنصر مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کا اکرام اور محبت ہے۔ کیونکہ امت انہی کی بدولت ان تمام نعمتوں سے بہرہ یاب ہوئی۔ اس اکرام و محبت کی گہرائی کا اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی حیات کی تمام تفصیلات و جزئیات محفوظ کرتے ہوئے ان کی سیرت پر ہزاروں کتابیں لکھ ڈالیں۔ مسلمانوں پر قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی سنت کی اطاعت فرض ہے۔

اسی لئے انہوں نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے تمام واقعات، خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں، کو محفوظ اور مدون کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت کرنا آپؐ سے محبت کے ہم معنی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے برتر ان کی ذات سے جذباتی وابستگی اور والہانہ محبت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے گہری محبت جیسا کہ علامہ اقبال نے واضح کر دیا ہے، کی بدولت ختم نبوت کا عقیدہ ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے اور ختم نبوت کا یہی عقیدہ امت کی سالمیت کا اہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترین عنصر ہے۔

امت میں اخوت اور سالمیت کے شعور سے ہی اس کے استحکام کو فروغ ملتا ہے اور یہ استحکام جذباتی جوش وولولے کے ساتھ شامل ہو کر، انتشار کے تمام محرکات کے خلاف مزاحمت منظم کرتا ہے۔ اسی لئے امت نے نبوت کے تمام دعوؤں کی سختی سے مزاحمت کی ہے تاکہ چشمہ ایمان صافی رہے، اور اسی طرح اسلام اور ختم نبوت کے باہمی تعلق میں کسی بھی مداخلت کو ناگوار قرار دیا ہے۔

قادیانی امت مسلمہ کا حصہ نہیں ہیں۔ اس بات کو خود ان کا اپنا طرز عمل خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں۔ وہ ایک الگ امت ہیں۔ یہ متناقض ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کی جگہ لے لی ہے اور مسلمانوں کو اس امت سے خارج قرار دیا ہے۔ مسلمان انہیں امت مسلمہ سے خارج قرار دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس امت سے خارج سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے دونوں ایک ہی امت میں سے نہیں ہو سکتے۔ یہ سوال کہ امت مسلمہ کے افراد کون ہیں؟ برطانوی ہندوستان میں کسی ادارے کے موجود نہ ہونے کی بناء پر حل نہ ہو سکا۔ لیکن اسلامی ریاست میں اس موضوع کو طے کرنے کے لئے ادارے موجود ہیں اور اس لئے اب کوئی مشکل درپیش نہیں ہے۔ مقننہ اور وفاقی شرعی عدالت اسے طے کرنے کے لئے بااختیار ہیں۔

قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین یہ کشمکش اور قطعی علیحدگی خود مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کی تحریروں کا نتیجہ ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب انوار خلافت میں اس نکتے پر مفصل گفتگو کی ہے اور استدلال واضح کیا ہے کہ کیوں قادیانی غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے اور غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھ سکتے اور اپنی لڑکیوں کا نکاح غیر احمدیوں سے نہیں کر سکتے۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: "لکھنؤ میں ہم ایک آدمی سے ملے جو بڑا عالم ہے۔ اس نے شیخ یعقوب علی، جو ہمارے ہمراہ تھے سے کہا کہ آپ کے دشمن یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ غیر احمدی لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسا وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں۔ میں نے ان کو کہا آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ حیران سا رہ گیا۔" (انوار خلافت ص ۹۲)

پھر اس نے دین اور دنیا کا فرق کرتے ہوئے قادیانیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دینی امور میں الگ ہو جایا کریں۔ (انوار خلافت ص ۹۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلمۃ الفصل میں کہا گیا ہے:

''حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسری دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبارت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔'' (ص ۱۶۹)

آئینہ صداقت میں مرزا بشیر الدین محمود، مرزا صاحب کی ایک مزعومہ وحی کا ذکر کرتا ہے کہ: ''جو شخص مسیح موعود کے ایک لفظ کو بھی جھوٹا خیال کرے، وہ خدا کے دربار میں مردود ٹھہرے گا۔'' پھر وہ احمدیوں پر زور دیتا ہے کہ ''وہ اپنے امتیازی نشانات کو نہ چھوڑیں کہ وہ ایک سچے نبی کو مانتے ہیں اور ان کے مخالف اسے نہیں مانتے۔'' (آئینہ صداقت ص ۵۳)

مرزا صاحب کے زمانے میں ایک تجویز پیش کی گئی کہ احمدی اور غیر احمدی دونوں مل کر (اسلام کی) تبلیغ کریں۔ لیکن مرزا صاحب نے پوچھا ''تم کس اسلام کی تبلیغ کرو گے؟ کیا تم خدا کی نشانیوں اور نعمتوں کو چھپاؤ گے؟ جو اس نے تمہیں عطاء کی ہیں؟'' (آئینہ صداقت ص ۵۳)

قادیانیوں کے اس طرز عمل میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عالمی مظہر ہے کہ ایک دین کے ماننے والے کسی بھی دوسرے دین کے پیروؤں کو کافر، منکر یا اپنے دین کے دائرے سے خارج قرار دیتے ہیں۔ یہی بات یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور ہندوؤں اور دوسرے لوگوں کے ہاں بھی ہے۔ یہ امر نہ صرف مذہبی گروہوں کے ہاں درست ہے۔ بلکہ لادینی نظریاتی گروہوں مثلاً کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کے ہاں بھی موجود ہے۔

مختلف انبیاء کی امم (امت کی جمع) کے افراد میں عموماً مسلمہ اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی ایک امت کے نبی کو نہیں مانتا، وہ اس امت سے خارج یا اس جماعت سے باہر ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی بناء پر جو ان پر ایمان نہیں لاتا یا انہیں جھوٹا نبی یا کذاب سمجھتا ہے، وہ مرزا صاحب کی امت یا جماعت جو احمدیوں کے نام سے معروف ہے، میں سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

نمازوں اور نکاح کے بارے میں ہدایات خود مرزا صاحب کی ہیں نہ کہ کسی جانشین کی۔ انہوں نے خاص دعویٰ نبوت سے پہلے لکھا تھا ''جو شخص میری پیروی نہیں کرتا اور ہماری بیعت نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا ہمارا مخالف ہے وہ خدا کا نافرمان اور جہنمی ہے۔"

(تذکرہ ص ۳۳۶، اقتباس از خط مرزا صاحب مورخہ ۱۶ر جون ۱۸۹۹ء بنام بابو الٰہی بخش)

اس حقیقت کے باوجود کہ مرزا صاحب اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود پر اعتقاد کرنا ایمان کا جزو نہیں۔ پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۱۷۹، ۱۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵، ۱۸۶) پر وہ کفر کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اوّل ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوم یہ کفر کہ مثلاً مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کے باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے، (مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔"

ایک سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے (حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷) پر لکھا:

"جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر (یعنی مرزا صاحب کو جھٹلانے والے پر) ہوگا۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔"

مسٹر مجیب الرحمٰن نے مسٹر ریاض الحسن گیلانی کے ان دلائل پر یہ اعتراض کیا اور کہا کہ غیر احمدیوں کے کفر کا مذکورہ بالا نظریہ صرف ۱۹۲۳ء تک رہا تھا اور اس کے بارے کے تمام حوالوں کا تعلق اسی مدت سے ہے۔ انہوں نے گزارش کی کہ مرزا بشیر احمد نہ احمدیوں کا امام تھا اور نہ خلیفہ۔ وہ صرف ان کا ترجمان تھا۔ لیکن مرزا بشیر الدین محمود نے منیر انکوائری رپورٹ کے سامنے واضح کیا تھا کہ اس نے غیر احمدیوں کو ان معنوں میں کافر قرار نہیں دیا تھا کہ وہ امت مسلمہ سے خارج ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مفہوم یہ تھا کہ ان کا کفر کفر کبیر نہ تھا۔ سخت خطرے کے ایسے اوقات میں جب کہ پاکستان کی امت مسلمہ کا اشتعال اپنے عروج پر تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود کی اس وضاحت کی حیثیت کچھ پیچھے ہٹنے کی اس پالیسی سے زیادہ نہ تھی جسے جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے، خود مرزا صاحب کئی بار اختیار کر چکے تھے۔ مرزا قادیانی نے خود کہا کہ ایسا شخص کافر ہے۔ کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا منکر گردانا جائے گا۔ تو ایسے شخص کے امت مسلمہ سے خارج ہونے کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہو گا۔

مرزا صاحب نے اپنے مسلمان مخالفین کو کفر کے قائدین قرار دیا۔ (تذکرہ ص ۱۰۷)

مرزا صاحب نے اپنے مکتوب مارچ ۱۹۰۶ء بنام ڈاکٹر عبدالحکیم، میں لکھا: "خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (تذکرہ ص ۶۰۷)

مرزا بشیر الدین محمود نے غیر احمدیوں کو عیسائیوں کے برابر قرار دیا۔ شیخ نور محمد نے مرزا صاحب سے درخواست کی کہ وہ جماعت (جماعت احمدیہ) سے اس کا استعفا قبول کر لیں۔ جس پر انہوں نے جواب دیا "شیخ نور محمد کو بتا دو کہ وہ صرف جماعت سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ اسلام سے بھی نکل گیا ہے۔" (سیرۃ المہدی ج سوم ص ۲۴۹)

یہ امر بہت معروف ہے کہ پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ اخبار "زمیندار" مورخہ ۸ر فروری ۱۹۵۰ء کے مطابق جامع مسجد ایبٹ آباد کے خطیب مولانا محمد اسحاق نے سر ظفر اللہ خان سے نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ قائداعظم کو صرف ایک سیاسی لیڈر سمجھتے ہیں۔ ان سے استفسار کیا گیا کہ کیا وہ بھی مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں؟ حکومت کے وزیر ہوتے ہوئے بھی؟ سر ظفر اللہ نے جواب دیا کہ آپ مجھے ایک کافر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمانوں کی حکومت کا کافر ملازم سمجھ لیں۔

مسٹر مجیب الرحمٰن، سر ظفر اللہ کے اس مؤقف کی تردید نہ کر سکے لہٰذا یہ امر کسی قسم کے شک و شبہ کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے کہ جیسا کہ سر ظفر اللہ نے پیش کر دیا ہے۔ یا تو پاکستان میں رہنے والے لوگوں کی اکثریت کافر ہے یا قادیانی کافر ہیں۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ دونوں ہرگز نہیں مل سکتے اور نہ ہی ایک امت کے افراد ہو سکتے ہیں۔ دونوں میں وحدت کا کوئی نکتہ موجود نہیں۔ کیونکہ مسلمان ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے برعکس قادیانی مرزا صاحب کو ایک نیا نبی مانتے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک عظیم صاحب بصیرت شخصیت نے قادیانیوں کو امت مسلمہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سالمیت کے لئے خطرہ اور انتشار کے علمبردار قرار دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا "اس (امت مسلمہ) کی سالمیت صرف عقیدہ ختم نبوت کی رہین منت ہے۔" Thought and reflection of iqbal صفحہ ۲۴۹۔ علامہ اقبال نے مزید کہا:

"آخرکار، اگر جماعت کی وحدت و سالمیت ہی کو خطرہ لاحق ہو، تو اس کے لئے صرف ایک چارہ کار رہ جاتا ہے کہ وہ انتشار انگیز قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرے اور اپنے دفاع کے کیا طریقے ہوں؟ مدلل تحریریں اور ایسے شخص کے دعوؤں کا ابطال جو اپنی اصل جماعت کی نگاہوں میں "مذہبی مہم جو" ہو۔ تو کیا یہ معقولیت ہے کہ جس اصل جماعت کی سالمیت خطرے میں ہو، اسے برداشت کی تلقین کی جائے اور باغی ٹولے کو تحفظ کے ساتھ اپنا پروپیگنڈہ جاری رکھنے کی اجازت دی جائے۔ خواہ یہ پروپیگنڈہ سخت غلیظ بھی ہو۔" (ایضاً ص ۲۵۳)

برطانوی سامراج اور استعمار کی حکومت سے مرزا صاحب کی محبت اور وفاداری ایک بدیہی امر ہے۔ انہوں نے تقریباً اپنی ہر کتاب میں کم از کم کئی صفحات انگریزی سرکار کی تعریف و توصیف کے لئے مخصوص کئے ہیں اور ان کے جانشینوں کا طرز عمل بھی یہی رہا ہے۔ ذیل میں ایسی تحریروں کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ا...... "بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے۔ کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں۔ یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کرے۔ دوسری اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔"

(شہادۃ القرآن ص ۱۰، مطبوعہ ۱۸۹۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰)

ب...... "اور اب اہل عقل جب ایک طرف دینی حمایت کے مضمون میری تحریروں میں پاتے ہیں اور دوسری طرف میری یہ نصیحتیں سنتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور اطاعت کرنی چاہئے۔ تو وہ میرے پر کوئی بدظنی نہیں کر سکتے اور کیونکر کریں؟ یہ ایک واقعی امر ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول کا حکم ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت ہوں وفاداری سے اس کی اطاعت کریں۔ میں نے اپنی کتابوں میں یہ شرعی احکام مفصل بیان کر دیئے ہیں۔ اب گورنمنٹ غور فرما سکتی ہے کہ جس حالت میں میرا باپ گورنمنٹ کا ایسا سچا خیر خواہ تھا اور میرا بھائی بھی اسی کے قدم پر چلا تھا اور میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی انیس برس سے یہی خدمت اپنے قلم کے ذریعے بجالاتا ہوں۔"

(کشف الغطاء مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۶، خزائن ج ۱۴ ص ۱۸۶)

ج...... "اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں سمجھایا ہے۔ سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھائیں۔"

(کتاب البریہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۱۲، خزائن ج ۱۳ ص ۱۳)

د...... "ڈپٹی کمشنر نے حکم دیا کہ اب اگر احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں۔ ان سب کو نئے قانون کے تحت ملک بدر کر دیا جائے گا۔ ایسا حکم صرف وہی شخص صادر کرتا ہے جس کی ہمدردیاں پوری جماعت کو شامل ہوں۔ تمہارے مالاباری بھائیوں سے اس حکومت کا یہ تازہ سلوک ہے اور جو کسی کے بھائی سے ہمدردی کرے تو وہ اس سے بھی کرتا ہے۔ سو تمہیں اس حکومت کا شکر گزار ہونا چاہئے کیونکہ مالابار احمدی ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارا ایک مبلغ ماریشس گیا تھا۔ غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ جہاں جائے اسے تقریر نہ کرنے دی جائے۔ اس نے حکومت سے سرکاری ہال (کے استعمال) کی اجازت مانگی۔ گورنر نے اسے اس ہال میں ہفتے میں تین دن خطاب کرنے کی اجازت دے دی۔ یوں اس نے آدھا ہفتہ ہمارے مبلغ کو دے دیا اور آدھا ہفتہ اپنے لئے رکھ لیا۔" (انوار خلافت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۹۶)

ہ...... (کتاب البریہ ص ۷، ۸، خزائن ج ۱۳ ص ۸، ۹) پر ان کتابوں کے نام، تاریخ طباعت اور صفحات کے نمبر درج کئے گئے ہیں۔ جن میں مرزا صاحب نے برطانوی حکومت کی مدح وستائش کی۔ انہوں نے اپنی ۲۴ کتابوں اور رسالوں کا حوالہ دیا ہے۔ جن میں سرکار برطانیہ کی تعریف و توصیف کے پل باندھے ہیں۔ ان کی وفات سے کم از کم گیارہ سال قبل ایسے صفحات کی تعداد کئی درجنوں تک پہنچتی ہے۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے ان چند مثالوں کی بنیاد پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ برطانوی حکومت سے مرزا صاحب کی مستقل وفاداری بلاوجہ اور بے مقصد نہ تھی۔ انہوں نے اسے اپنے پیروکاروں کے ایمان کا جزو اور ان کی بیعت کے حلف کا حصہ بنادیا تھا۔ انہوں نے جہاد کی بھی ممانعت کر دی۔ حالانکہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں خاص احکام پائے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب خود شاہ سے زیادہ وفادار تھے۔ وجہ یہ تھی کہ تحریک احمدیہ کو حکومت کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور انہی کی ہدایات پر اور ان کے تحفظ وتائید کے سائے میں شروع ہوئی تھی۔ ۱۸۵۷ء کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ آزادی کے بعد حکومت کا مفاد یہ تھا کہ امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کیا جائے اور اسلام ہی سے ایک نئے مذہب کی اختراع سے یہ مقصد پورا ہو سکتا تھا۔

فاضل وکیل نے مرزا صاحب پر تنقید کی کہ انہوں نے قرآن کریم کی مخالفت میں جہاد کو منسوخ کیا۔ انہوں نے اپنے نکتے کے ثبوت میں مرزا صاحب کی تحریروں کا حوالہ دیا اور درج ذیل چند مثالیں پیش کیں:

۱......

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کی تمام جنگوں کا اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ طبع ۱۹۰۲ء ص ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۷، ۷۸)

۲...... ''اس (کسر صلیب) کا یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ لکڑی کی وجہ صلیب جسے عیسائی لٹکاتے ہیں، اسے مسیح توڑ دے گا...... اس سے ایک اور صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ جو ہی صداقت ہے جو ہم لائے ہیں۔ ہم نے صاف صاف کھول کر اعلان کر دیا ہے کہ اب جہاد منسوخ ہے (امن کا قیام) مسیح موعود کا فریضہ ہے کہ جہاد کا خاتمہ کر دے۔ سو اس مقصد کی خاطر جہاد کی ممانعت کر دینا ہمارے لئے لازمی تھا۔ سو ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے اور دین کے نام پر تلوار یا ہتھیار اٹھانا سخت گناہ ہے۔'' (ملفوظات ج ۴ طبع ۱۹۰۲ء ص ۱۸)

۳...... ''اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔''

(اربعین نمبر ۴، مطبوعہ ۱۹۰۰ء ص ۱۳، خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۳ حاشیہ)

۴...... ''میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگ جوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات از ۱۸۹۸ تا ۱۹۰۸ء ج ۳ ص ۱۹)

اسی نوع کے مزید اقتباسات، جو بکثرت موجود ہیں، کا تذکرہ غیر ضروری ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل میں صرف مرزا صاحب ایسے واحد شخص نہ تھے جنہوں نے برطانوی گورنمنٹ سے وفاداری کا اظہار کیا تھا۔ بلکہ ملک کے متعدد علماء اور مفکرین نے اس سامراجی طاقت کی تعریف میں کچھ نہ کچھ لکھا تھا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کے پیش کردہ اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان علماء نے جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے کئی عوامل کو مدنظر رکھا تھا۔ بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مغلوب ہو چکے تھے۔ لیکن انہیں مذہبی آزادی حاصل تھی اور ان پر ان کا اپنا پرسنل لاء نافذ تھا۔ ایک دوسری وجہ جو کئی علماء نے ملحوظ رکھی یہ تھی کہ جہاد اس وجہ سے جائز نہ تھا کہ قیادت کے لئے کوئی امام موجود تھا اور نہ قتال کے لئے اسلحہ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان فتاویٰ میں سے اکثر کے پس پردہ جہاد میں کامیابی کا عدم امکان کارفرما تھا۔

مسئلہ اتنا سادہ نہیں جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے پیش کیا ہے۔ اس نکتے کی توضیح سے قبل یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ صرف مسیح موعود کے حوالے سے "یضع الحرب" یعنی جنگ کا خاتمہ کرنے، کے اصول کا مطلب یہ ہے کہ قتل دجال، کسر صلیب اور خنازیر کے قتل کے نتیجے میں اسلام کو غلبہ عام نصیب ہونے کی وجہ سے دنیا میں کفار کا وجود نہیں رہے گا۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ کفار کی حکومت کی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔

"یضع الحرب" (جنگ کا خاتمہ کرنے) کا اصول اس دور کے حالات پر جب مرزا صاحب نے قرآن کریم کے حکم جہاد کو منسوخ اور ممنوع قرار دیا تھا، قطعاً منطبق نہیں ہوتا۔

یہ بھی درست نہیں کہ انہوں نے صرف ایک مختصر مدت کے لئے جہاد کو معطل کیا تھا۔ مذکورہ بالا اقتباسات اس دعوے کی تردید کرتے ہیں۔ مسیح کی آمد پر (جہاد کے خاتمے کی) حدیث سے مراد جہاد کا قطعی خاتمہ ہے۔ اس کی بنیاد پر جہاد کی منسوخی کسی عبوری نوعیت کے نسخ کے حکم کی نفی کر دیتی ہے۔

اس مسئلے کو صوبہ پنجاب کی سیاسی صورتحال کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ جاگیرداروں اور زمینداروں کا سارا طبقہ حکومت وقت کا خوشامدی شمار ہوتا تھا اور وہ اس کی رضا جوئی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے تھے اور کسی انگریز سے ملاقات باعث افتخار سمجھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ امر واضح ہے کہ ان کی ذات اور ان کے بھائی سمیت ان کے خاندان نے برطانویوں سے اپنی دائمی وفاداری جاری رکھی۔ ایسی تحریریں جن میں مرزا صاحب نے برطانویوں کی مدح سرائی کی ہے، بے مقصد نہیں ہیں۔ مذکورہ بالا اقتباس سے ایک مقصد واضح ہے کہ احمدی برطانوی حکومت کی پناہ میں تھے۔ جب کہ موریشس سے متعلق دوسرے اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حکومت وقت کے اس قدر منظور نظر تھے کہ مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود، حکومت موریشس نے قادیانی مبلغ کو احمدیت کے پرچار کے لئے ہفتے میں تین دن کے لئے گورنمنٹ ہال الاٹ کر دیا۔ انگریزی سرکار کے لئے مرزا صاحب کی تعریف، چاپلوسی اور تملق کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ اس سے عوام کے ذہنوں میں ایسے شکوک کا پیدا ہونا یقینی ہے کہ یا تو وہ امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پھیلانے اور انہیں دائمی غلامی میں جکڑنے کی غرض سے، حکومت وقت کی جانب سے سونپا ہوا کردار ادا کر رہے تھے یا وہ اس سے مفادات کے حصول کی جستجو میں تھے۔

یہ دلیل کہ دوسرے علماء نے اسی قسم کا فتویٰ دیا تھا، میل نہیں کھاتی کیونکہ یہ حکومت کی حمایت میں کوئی اکا دکا رائے یا فتویٰ نہ تھا۔ بلکہ یہ دانے کو چھڑانے کا مسلسل عمل تھا۔

اسے محض اتفاق قرار دینا مشکل ہے کہ مرزا صاحب، جو مجدد، مسیح موعود، مہدی اور نبی ہونے کے دعویدار تھے، نے حکومت برطانیہ کی مدح سرائی کی جب کہ تیرھویں صدی کے اختتام کے قریب اور بعد میں ایران میں بابی مذہب کے بانی مرزا علی محمد باب اور (بہائی مذہب کے بانی) حسین علی بہاؤ اللہ نے روسیوں کی مدح سرائی کی۔ علاوہ ازیں بہاؤ اللہ نے برطانوی حکومت کی بھی مدح سرائی کی تھی اور دونوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا تھا۔ درحقیقت بہاء اللہ نے بھی مرزا صاحب کے انداز پر جہاد کی منسوخی کا حکم دیا تھا۔

اس نکتے پر بحث کے اختتام پر مناسب ہوگا کہ علامہ اقبال کی آراء اور خیالات سے اقتباس پیش کیا جائے:

کیا اسلام میں تصور خلافت ایک مذہبی ادارے کی تشکیل کرتا ہے؟ ہندوستانی مسلمان اور اسی طرح ترک سلطنت سے باہر کے تمام مسلمان کس طرح ترکی خلافت سے متعلق ہو سکتے ہیں؟ کیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالسلام؟ اسلام کے نظریہ جہاد کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ قرآن کریم کی آیت ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر یعنی حاکموں کی'' میں ''اپنے میں سے'' کا کیا معنی ہے؟ اور امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئی کرنے والی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

احادیث نبویہ کا کیا مفہوم ہے؟ یہ اور کچھ اور سوالات جو بعد میں اٹھے، واضح وجوہ کے بناء پر صرف ہندوستانی مسلمانوں کیلئے تھے۔ تاہم یورپی سامراج جو اس وقت عالم اسلام میں تیزی سے نفوذ کر رہا تھا، بھی ان میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ ان سوالات سے اٹھنے والی بحثوں نے ہندوستان میں تاریخ اسلام کا ایک دلچسپ ترین باب رقم کیا۔ داستان بڑی طویل ہے اور تا حال کسی مؤثر قلم کی منتظر ہے۔ مسلمان سیاست دان جن کی نگاہیں بڑی حد تک حالات کے حقائق پر مرکوز تھیں۔ علماء کے ایک طبقے کی حمایت کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ دینی استدلال کی راہ اپنائیں۔ جو ان کے خیال میں موقع و محل کے لحاظ سے مناسب تھا۔ لیکن یہ آسان نہ تھا کہ محض منطق کے بل بوتے پر ان اعتقادات پر قابو پالیا جائے جو صدیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کے شعور میں پختہ تھے۔ ایسی صورت میں منطق یا تو سیاسی مصلحت اختیار کر لیتی ہے یا رسوم ورواج کا دھارا بدل دیتی ہے۔ دونوں صورتوں میں استدلال عوام کو متاثر کرنے میں ناکام رہ جاتا ہے۔ اسلام کے راسخ مذہبی عوام کو صرف ایک چیز قطعی متاثر کر سکتی ہے اور وہ ہے وحی کی سند۔ قدیم راسخ اعتقادات کے مؤثر استیصال کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ مندرجہ بالا سوالات میں مضمر دینی نظریات کی مناسب سیاسی تعبیر کے لئے الہامی بنیاد تلاش کی جائے۔ یہ الہامی بنیاد احمدیت نے فراہم کی اور احمدی خود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے برطانوی سامراج کی یہ بہت بڑی خدمت کی۔"

اور ص ۱۳۱ پر بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جیسا کہ میں نے اوپر واضح کیا ہے، مسلمانوں کے مذہبی افکار کی تاریخ میں احمدیت کا کردار یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کے لئے الہامی اساس فراہم کرنا چاہتی ہے۔"

ایک درخواست دہندہ مسٹر مجیب الرحمٰن، جنہوں نے بحث میں حصہ لیا، نے اپنے دلائل کے یہ نکات پیش کئے:

۱...... رفعہ ۲۰۳۔ ڈی کی گنجائش اور حد

۲...... فہم قرآن کے اصول

۳...... قرآن کریم کی روح

۴...... مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش

۵...... اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق

۶...... قیام پاکستان سے پہلے اور قیام کے وقت قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاہدوں کا اثر جو انہیں مذہب کی مکمل آزادی، جس میں ان کے پرچار کا حق شامل ہے، کی ضمانت دیتا ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ریاست کے اقتدار اور وفاقی شرعی عدالت کو تفویض کردہ اختیارات کی حدود کے حوالے سے دفعہ ۲۰۳۔ڈی کی گنجائش پر بحث کی اور دلیل دی کہ قرآن و سنت کی رو سے ایسے حکم کی کوئی اطاعت نہیں ہوتی۔ جس سے گناہ کا ارتکاب یا اللہ اور اس کے رسول کی معصیت لازم آتی ہو۔ اس کی اساس معروف حدیث "لا طاعة فی معصیة اللہ" (اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں) ہے۔ (بخاری کتاب الاحکام ج۲ صفحات ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۷۸) اور اسی طرح کی دیگر احادیث۔

قرآن کریم کی آیت: "یاایھاالذین اٰمنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم، فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ و الیوم الاخر، ذلك خیرو أحسن تاویلا (النساء:۵۹)"

﴿اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ پس اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر اور انجام کار زیادہ اچھا ہے۔﴾ پر بناء رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ آیت حاکم اور محکوم کے مابین نزاع سے متعلق ہے۔ انہوں نے کہا کہ آیت میں "اولوالامر" سے مراد صرف ارباب اقتدار ہیں، نہ کہ علماء یا کوئی اور دینی عالم، جیسا کہ بعض علماء سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ دفعہ ۲۰۳۔ڈی کے نفاذ سے اللہ تعالیٰ اور دوسروں جن میں ریاست بھی شامل ہے، سے وفاداریوں میں تصادم سے بچاؤ اور تصفیہ مقصود ہے۔ پہلے مفروضے کے لئے انہوں نے متعدد کتب کے حوالے دیئے۔ دوسرے نکتے کے لئے انہوں نے عدالت کی توجہ خصوصاً ترجمان القرآن (ج اوّل ص ۹۸) پر پیش کردہ رائے کی طرف مبذول کروائی کہ قرآن کریم کے اس حکم میں جس اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا تصفیہ کرنے کے لئے ایک ادارے کا وجود ہونا چاہئے۔

"فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و الرسول" ﴿پس اگر کسی امر میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔﴾

انہوں نے کہا کہ یہ عدالت ایسا ادارہ ہے۔ اولوالامر کی تشریح و توضیح پر کسی کتاب سے حوالہ دینے اور اس نکتے پر بحث کرنا اس لئے غیر ضروری ہے کہ پیش کردہ نکتہ قطعی ہے اور یہ عدالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ نمبر ایس، پی کے۔۲،۱۹۸۲ء میں ایسا قرار دے چکی ہے کہ اولوالامر سے ریاست میں برسر اقتدار لوگ جن میں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ شامل ہیں، مراد ہیں۔

آئین کی دفعہ ۲۰۳۔ڈی میں بتایا گیا ہے کہ اس عدالت کا وظیفہ یہ ہے کہ جو قوانین عدالت کے دائرہ اختیار میں آتے ہوں۔ان میں قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ سے تصادم اور تناقض کو ختم کرے۔اس لئے یہ صحیح دکھائی دیتا ہے کہ یہ عدالت اپنے آئینی دائرہ اختیار کی حد تک ایسا ادارہ ہے۔جو ترجمان القرآن جلد ۱ص ۹۸ کی تحریر کے مطابق کسی قانون کے مندرجات میں اختلاف کو قرآن کریم اور سنت رسول کریم ﷺ کی رو سے حل کر سکتا ہے۔مسٹر مجیب الرحمٰن کی اس دلیل پر شاید ہی کوئی اعتراض ہو سکتا ہو۔

یہ دلیل کہ گناہ میں کوئی اطاعت نہیں ہے، بھی قطعی ہے۔یہ عدالت اس نکتے کا پہلے ہی تفصیل کے ساتھ جائزہ لے چکی ہے۔نیز پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۳ء (آرڈی ننس ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) اور پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد اور بلوچستان کے سروٹس ایکٹس، پر اپنے حالیہ فیصلوں میں ایک مسلم ریاست کی قانون سازی کی گنجائش کا بھی جائزہ لے چکی ہے۔

دوسرے نکتے پر انہوں نے دلیل دی کہ جس چیز کو قرآن اور سنت جائز قرار دیں۔ اسے حکام ناجائز قرار نہیں دے سکتے اور اس کے لئے نص صریح کا وجود ضروری ہے۔انہوں نے تقلید کو نظر انداز کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

یہ درحقیقت پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حق کو بالواسطہ چیلنج ہے۔ اس نکتے کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا، ایک قانونی مسئلہ ہے۔اس لئے پارلیمنٹ نے، جو قانون ساز ادارہ ہے، دفعہ ۲۶۰ میں اعلان کر کے اپنے دائرہ اختیار کے اندر کام کیا ہے۔علامہ اقبال نے کہا تھا:

"یہ سوال کہ کوئی شخص یا جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہو چکی ہے، خالص قانونی مسئلہ ہے اور اسے اسلام کے تعمیری اصولوں کی روشنی میں ہی حل کرنا چاہیے۔"

مذکورہ بالا دلیل کی طرح وفاقی حکومت کے وکیل شیخ غیاث محمد نے بھی ایسی ہی دلیل پیش کی ہے۔یہ عدالت پہلے صوبائی سروٹس ایکٹس کا جائزہ لیتے ہوئے اس نکتے اور اپنے دائرہ کار کی گنجائش کا فیصلہ دے چکی ہے۔یہ قرار دیا گیا تھا کہ عدالت کا دائرہ کار قرآن وسنت کی صرف صریح نصوص تک محدود نہیں ہے۔عدالت کسی قانون کی پیچیدگیوں کا جائزہ لیتے وقت قرآن اور سنت کے وضع کردہ اصولوں سے استفادہ کر سکتی ہے۔عدالت نے مقدمہ محمد ریاض بنام وفاقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت وغیرہ پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۸۰ء ایف۔ ایس سی ا، میں قرار دیا تھا کہ وہ پبلک لاء میں تقلید کے اصول کی پابند نہیں ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کے خدشات کے ازالے کے لئے یہ کافی ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے پھر فہم قرآن کے اصول کا تذکرہ کیا اور کہا "یہ پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن کو خود قرآن ہی کی روشنی میں سمجھا جائے۔ کیونکہ وہ ایک ہی مضمون کو مختلف اسلوبوں سے پیش کرتا ہے۔ تکرار سے مقصود انسانی ذہن پر مضمون کو نقش کرنا ہے۔ کبھی ایک مضمون کو ایک جگہ مختصر کیا گیا ہے اور اسے دوسری جگہ کھول کر تفصیل سے واضح کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کا حوالہ دیا ہے:

"وکذلك نصرف الایت ولیقولوا درست و لنبینه لقوم یعلمون (الانعام:۱۰۵) "﴿اسی طرح ہم اپنی دلیلیں مختلف اسلوبوں میں بیان کرتے ہیں اور تا کہ وہ بول اٹھیں کہ تم نے پڑھا ہے اور تا کہ ہم اس کو اچھی طرح واضح کر دیں ان لوگوں کے لئے جو جاننا چاہیں۔﴾

"ولقد صرّفنا فی هذاالقرآن لیذکروا وما یزید هم الا نفورا (بنی اسرائیل:۴۱ "﴿اور ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بات واضح کر دی ہے تا کہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔ لیکن یہ چیز ان کی بیزاری ہی میں اضافے کئے جا رہی ہے۔﴾

"ولقد صرّفنا للناس فی هذاالقرآن من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا (بنی اسرائیل:۸۹) "﴿اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں لیکن اکثر لوگ انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔﴾

"ولقد صرّفنا فی هذاالقرآن للناس من کل مثل، وکان الانسان اکثر شی جدلا (الکهف:۵٤) "﴿اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں گوناگوں طریقوں سے بیان کر دی ہیں۔ لیکن انسان سب سے زیادہ جھگڑالو واقع ہوا ہے۔﴾

ان اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ بحث کے دوران مسٹر مجیب الرحمٰن ہماری توجہ قرآن کریم کی متعدد آیات پر مبذول کراتے رہے۔ جو ان کے مطابق اپنی وجہ نزول تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں اپنے مفہوم میں عام سمجھنا چاہیے۔

انہوں نے دوسرا اصول یہ پیش کیا کہ کسی آیت کو سمجھنے کے لئے اس کے سبب نزول کی دریافت ضروری ہے۔ یہ امر کسی آیت کے فہم میں معاون ہوتا ہے۔ تاہم اس کا معنی سبب نزول کی حد تک محدود یا مخصوص نہ ہوگا اور اس کے انطباق کا عموم کم نہیں ہوگا۔ یہ ان رہنما اصولوں پر مشتمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو روز قیامت تک قابل نفاذ ہیں۔ انہوں نے الاتقان (جلد اول نوع ۱۹ اسباب نزول ص ۷۰ تا ۸۷) کے حوالے دیئے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن سے کوئی رہنمائی میسر نہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی جانب رجوع کیا جائے۔ آخری اصول یہ ہے کہ اگر سنت سے بھی کوئی روشنی نہ پڑتی ہو تو پھر تفسیر میں رہنمائی حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ آثار (رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اقوال) ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ قرآن کریم کی روح کو صحیح طور پر سمجھنے اور اسے مدنظر رکھنے کی کوشش کی جائے۔

چوتھے نکتے پر، جس میں عقیدے کی آزادی اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق شامل ہیں۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ اس بارے میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۱...... کیا اسلام کسی غیر مسلم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کا حق یا اجازت دیتا ہے؟

۲...... کیا اسلام کسی غیر مسلم کو رسول اللہ ﷺ کو اپنے دعوے میں صادق تسلیم کرنے کا حق یا اجازت دیتا ہے؟

۳...... کیا اسلام غیر مسلم کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ قرآن کریم کو ایک اچھے نظام حیات کی حامل اور قابل اطاعت کتاب تسلیم کرے؟

۴...... کیا کسی غیر مسلم کو یہ اجازت ہے یا نہیں کہ وہ اگر چاہے تو قرآن کریم کے احکام پر عمل کرے؟

۵...... اگر جواب نفی میں ہے، تو نفی کی تائید میں قرآن اور سنت کا حکم کہاں ہے؟

۶...... ایسے شخص کے بارے میں قرآن کریم کیا لائحہ عمل تجویز یا مہیا کرتا ہے۔ جو قرآن کی حقانیت، محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور اللہ کی توحید کو مانتا ہو۔ لیکن اسے مسلمان نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اسے ایسا سمجھا جانے کا حق دیا جائے؟

قرآن کریم کی آیات ۲/۲۵۶، ۸/۲۹، ۱۰/۹۹، ۱۰/۱۰۸، ۴۶/۳، ۹۰/۱۰، ۹۱/۱۰، ۹۱/۹، ۹۱/۱۰ نیز مشہور مفسرین کی تفاسیر سے استدلال کرتے ہوئے انہوں نے یہ خلاصہ پیش کیا کہ احکام اسلام کی رو سے:

الف...... دین قبول کرنے کے لئے کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے۔

ب...... اسے رضا کارانہ طور پر قبول کر لینے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔

ج...... کسی کو طاقت استعمال کر کے اس کے مذہب سے نہیں نکالنا چاہئے اور......

د...... جو کوئی اپنے دین سے وابستہ رہنا نہ چاہے اسے ترک کر دینے سے روکنا نہیں چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ان آیات کا بھی حوالہ دیا: ”من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفرصدرا فعلیھم غضب من اللہ، ولھم عذاب عظیم (النحل:۱۰٦)“ ﴿جو اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا کفر کرے گا، بجز اس کے جس پر جبر کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، لیکن جو کفر کے لئے سینہ کھول دے گا تو ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔﴾

”یاایھاالذین آمنو الا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا، ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ماآتیتمو ھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (النساء:۱۹)“ ﴿اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ اور نہ یہ بات جائز ہے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ واپس لینے کے لئے ان کو تنگ کرو۔ مگر اس صورت میں کہ وہ کسی کھلی ہوئی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں اور ان کے ساتھ معقول طریقے پر برتاؤ کرو، اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو بعید نہیں کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لئے اس میں بہت بڑی بہتری پیدا کردے۔﴾

”لااکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغی، فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لاانفصام لھا، واللہ سمیع علیم (البقرۃ:۲۵٦)“ ﴿دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے تو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔﴾

”ولوشاء اللہ ما اشرکوا وما جعلنٰک علیھم حفیظا، وما انت علیھم بوکیل (الانعام:۱۰۷)“ ﴿اور اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کر پاتے اور ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں مقرر کیا ہے اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔﴾

”ولوشاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا، افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مؤمنین (یونس:۹۹)“ ﴿اور اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین پر جتنے لوگ بھی ہیں سب ایمان قبول کر لیتے تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن بن جائیں۔﴾

”قل یاایھاالناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ، ومن ضلّ فانما یضلّ علیھا، وماانا علیکم بوکیل

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(یونس:۱۰۸) "﴿کہہ دو، اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے تو جو ہدایت قبول کرے گا وہ اپنے ہی لئے کرے گا اور جو بھٹکے گا تو اس کا وبال اسی پر آئے گا اور میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔﴾

"لعلّك باخع نفسك الّا يكونوا مؤمنين" ﴿شاید تم اپنے آپ کو اس فکر میں ہلاک کر رہو گے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں بنتے۔﴾

"ان نشاء ننزّل عليهم من السماء اٰية فظلت اعنا قهم لها خضعين (الشعراء:۴،۳)" ﴿اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں۔ پس ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی ہی رہ جائیں۔﴾

"وهدينه النجدين (البلد:۱۰)" ﴿اور اس کو ہم نے دونوں راہیں سمجھا دیں۔﴾

"قد افلح من زكّها وقد خاب من دسّها (الشمس:۹،۱۰)" ﴿بیشک کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو آلودہ کیا۔﴾

"وقل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر انا اعتدنا للظلمين نارا احاط بهم سرادقها، وان يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهل يشوى الوجوه، بئس الشراب، وساءت مرتفقا (الكهف:۲۹)" ﴿کہہ دے یہی حق ہے تمہارے رب کی جانب سے تو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ ہم ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو اپنے گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا۔ چہروں کو بھون ڈالے گا۔ کیا ہی برا پانی ہوگا اور کیا ہی برا ٹھکانا۔﴾

سورۃ الکافرون کی آیات ۴، ۵ اور ۶ اس مسئلے کو قطعی طور پر طے کرتے ہوئے ہر شخص کو اپنے دین پر رہنے دیتی ہیں:

"ولا انا عابد ما عبدتم، ولا انتم عابدون ما اعبد، لكم دينكم ولي دين (الکافرون:۴تا۶)" ﴿اور نہ میں پوجنے والا ہوں جن کو تم نے پوجا اور نہ تم پوجنے والے ہو جسے میں پوجتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔﴾

آیت نمبر ۱۰۰،۱ کی تفسیر میں سید قطب لکھتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تمام انسانیت کو ایک ہی راہ پر مجبور کرتا اور انہیں اس کے خلاف کسی قسم کا اختیار نہ دیتا۔ لیکن اس کی حکمت، جس کے کچھ مقاصد ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں، کا

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقاضا یہ تھا کہ انسان کی تخلیق اس طرح ہو کہ اسے نیکی اور بدی یا ہدایت اور گمراہی کی استعداد اور صلاحیت سے بہرہ ور کیا جائے۔ پس ایمان کی بنیاد ہر شخص کی اپنی پسند پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قلب و ضمیر کے ارادوں اور جذبات میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" (فی ظلال القرآن ج ۴ ص ۴۷۸)

اسماعیل حقیؒ کی تفسیر روح البیان (جلد ۴ ص ۸۴) میں بھی یہی مفہوم دیا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ منشاء نہ تھا کہ انسانوں کی تخلیق ایسے نہج پر ہوتی کہ وہ سب مومن بن جائیں۔ بلکہ منشاء خداوندی یہ ہے کہ ہر انسان خود اپنی پسند کے مطابق ایمان یا کفر کو اختیار کرے۔ مزید بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اس کے رسول ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ تمام لوگ دائرہ ایمان میں داخل ہو جائیں تو اس نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ ﷺ کی قوم کے ایمان کو اپنی مشیت پر معلق کر دیا اور بتایا کہ تمہارے خالق کی یہ مرضی نہیں ہے۔ تو پھر کیا آپ ﷺ ایسے امر میں کیسے جبر کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہے (کہ تمام لوگ مشرف بایمان ہو جائیں)

اسی تفسیر میں الکلبی کی اس رائے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ یہ آیت، آیت جہاد سے منسوخ ہے، مزید بتایا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کے مسئلے میں جبر درست نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے (مدارک التنزیل ج ۲ ص ۳۸، المنار ج ۲ ص ۴۸۳، ۴۸۴، معارف القرآن ج ۴ ص ۵۷۷ تفسیر المراغی ج ۲ ص ۱۵۸)

"وما جعلنك عليهم حفيظا وما انت عليهم بوكيل (الانعام: ۱۰۷)"

﴿اور ہم نے تم کو ان پر نگران مقرر نہیں کیا اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔﴾

کی تفسیر میں بھی اسی قسم کا بیان ہوا ہے۔ (دیکھئے تفسیر المراغی ج ۷ ص ۲۱۱، روح البیان ج ۳ جز ۴ ص ۴۸، المنار ج ۷ ص ۵۰۱، ۵۰۲، فی ظلال القرآن ج ۷ ص ۳۰۵، ۳۰۶، معارف القرآن ج ۳ ص ۴۱۳، تفسیر کبیر امام رازی جز ۱۳ ص ۱۰۳)

المنار میں نگران یا وکیل کے فرائض بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگوں کو دین کی دعوت اور تعلیم دیں اور انہیں اسے قبول کرنے کی صورت میں فوز و فلاح کی خوشخبری دیں اور دین الٰہی پر ایمان نہ لانے اور اسے قائم نہ کرنے کی صورت میں انہیں برے نتائج سے آگاہ کر دیں۔ پیغمبر ﷺ کے یہی فرائض ہیں۔ تاہم وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی مخلوق کے نگران نہ تھے اور نہ ہی انہیں اس امر کا اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لانے پر مجبور کر دیتے۔ فی ظلال القرآن (از سید قطب شہید) کے مطابق یہ آیت امت کی تشکیل سے بحث کرتی ہے۔

دین میں اکراہ یا جبر کے مسئلہ پر تمام مفسرین نے بحث کی ہے۔ دیکھئے (المغنی حصہ ۸ ص ۲۴۳، تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۳۶۲، مدارک التنزیل جلد اول ص ۱۷۰، فی ظلال القرآن جلد ۳ ص ۲۶، ۲۸، المراغی ج ۱۳ ص ۵۳، المنار ج ۹ ص ۶۶۵، ترجمان القرآن ج ۱ ص ۲۶۷، تفہیم القرآن جلد اول ص ۱۹۶، روح المعانی جلد ۳ ص ۱۲، ۱۳)

المغنی کے مطابق ایک رائے یہ ہے کہ محض دھمکی بھی اکراہ ہے۔ المنار (جلد ۳ ص ۱۶) کے مطابق اصل دین عقیدہ ہے۔ جو اطمینان قلبی کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ اطمینان قلب کا واحد ذریعہ استدلال اور حجت ہے نہ کہ اکراہ یا جبر۔ ایک اہم نکتہ۔ (دیکھئے المنار جلد ۹ ص ۶۶۵)

یہ ہے کہ کسی کو اپنا عقیدہ ترک کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ مجبور نہ کئے جانے کا حق ایک بنیادی حق شمار کیا گیا ہے۔ (فی ظلال القرآن ج ۳ ص ۲۶، ۲۸) آیت ۲۹/۱۸ کی تفسیر کے لئے (المراغی جز ۱۵ ص ۱۴۳، فی ظلال جز ۱۵ ص ۹۵، تفسیر المظہری ج ۶ ص ۱۰، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۲۳) پر زور دیا گیا تھا۔ یہ آیت واضح طور پر ہر انسان کو کوئی عقیدہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیتی ہے۔

ان آیات کریمہ پر مبنی ان تمام دلائل کا لب لباب یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت نہیں کہ تمام لوگ مومن بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام کریں۔ یہ مقصود نہ تھا کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔ قرآن وسنت میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں جو اس امر پر پابندیاں عائد کرنے کی اجازت دے کہ غیر مسلم، اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور حکمت کی صداقت، قرآن کریم کے پیغام کی صداقت پر ایمان لائیں یا قرآن کو اپنا دستور حیات بنائیں۔

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شخص کو زبردستی اس دین سے نکالا جائے جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتا ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ آرڈی نینس قادیانیوں کو دین اسلام، جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتے ہیں، سے زبردستی نکالنے کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں لفظ اکراہ پر بھی روشنی ڈالی گئی کہ یہ صرف طاقت کے استعمال تک محدود نہیں بلکہ یہ ایسے حالات پیدا کرنے کو بھی شامل ہے جو کسی کے لئے اپنے دین کو ماننے یا اس پر عمل کرنے کے لئے سازگار نہ ہوں۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کے پہلے چار سوالوں کا جواب اثبات میں دینا ہوگا۔ کسی غیر مسلم کے اس حق پر ایسی کوئی آئینی، قانونی یا شرعی پابندی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرے، پیغمبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام ﷺ کو اپنے دعوے میں سچا تسلیم کرے، قرآن کریم کو اچھے دستور حیات کا حامل تسلیم کرے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ چار سوالوں کے مثبت جواب کے بعد پانچواں سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چھٹے سوال کا واضح جواب یہ ہے کہ ایسے غیر مسلم سے قرآن وسنت کی عائد کردہ شرائط جن کا تذکرہ مناسب موقع پر آئے گا، کے تحت دوسری اقلیتوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ''اکراہ'' کے بارے میں جو چار اصول بنائے ہیں۔ وہ بھی قطعی ہیں۔ لیکن تیسرے اصول کا اطلاق جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے کیا ہے۔ درست نہیں ہے۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو طاقت کے استعمال سے اس کے دین سے نہیں نکالا جاسکتا۔ اپنے تحریری دلائل میں وہ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں ''جیسا کہ انہیں نکالا گیا۔'' زیر بحث آرڈی ننس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ انہیں اپنے مذہب سے نکال دیا گیا۔

یہ استدلال کیا گیا تھا کہ احمدیوں پر اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا ایسا ظاہر کرنے پر پابندی عائد کرنا، انہیں اپنے دین سے، جو ان کے مطابق اسلام ہے، نکالنے کے مترادف ہے۔ اس سوال پر ہم پہلے غور کر چکے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر دو عقیدوں کے قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم ہیں۔ لہٰذا آرڈی ننس انہیں اپنے آپ کو ایسا کہلانے سے روکتا ہے جو وہ نہیں ہیں۔ کیونکہ انہیں اپنے آپ کو جھوٹ موٹ مسلمان ظاہر کر کے کسی شخص خصوصاً امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب اور لاہوری گروہ کے سوا، دیگر قادیانیوں نے الٹا مسلمانوں کو غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اپنے آپ کو ایسی جماعت کی جگہ، جس میں قرآن کریم کی محبت اور عقیدت سب سے بلند ہے، مسلم امت قرار دے لیا ہے۔ یہ برداشت نہیں کیا جاسکتا اور غیر مسلموں کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ امت کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کے حقوق اور مراعات پر غاصبانہ قبضہ کر لیں۔

پھر یہ امر قادیانیوں کے مرزا صاحب کو خواہ نبی یا مجدد، مہدی معہود یا مسیح موعود ماننے کے حقوق پر بھی اثر انداز نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے ان کے اس حق میں مداخلت ہوتی ہے کہ وہ اپنے مذہب پر عمل کریں اور اس کے اصولوں کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کریں۔

شریعت اسلامیہ غیر مسلموں کو اپنے دین کو ماننے نیز اس پر عمل کرنے کا پورا تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مذکورہ بالا آیات کریمہ اور ان کی تفسیر میں مفسرین کی آراء اس امر کی تائید کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے معزز خلفاء نے مشرکوں اور غیر مسلموں سے خواہ وہ مسلمانوں سے برسر پیکار تھے یا نہیں، دوسرے امور کے علاوہ انہیں دین کی آزادی سے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہترین شرائط پر معاہدے کیے۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ مدینہ کے یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ تحریری میثاق تھا۔ اس معاہدے کی پہلی دفعہ ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں یہ طے کرتی ہے کہ "معاہدے کے تمام فریقوں کو ایک ہی امت (جماعت) قرار دے دیا گیا۔" یہ واضح طور پر ایک ایسی سیاسی قوم بنانے کی کوشش تھی جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی مدد کر سکے۔

اس معاہدے کی دفعہ ۲۶ کا بیان ہے کہ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک امت ہیں۔ یعنی انہوں نے سیاسی اتحاد کی بنیاد پر ایک سیاسی وحدت قائم کی ہے۔ معاہدے کے فریقوں، جن میں مسلم امت شامل تھی، نے اس معاہدے کے تحت ایک سیاسی امت تشکیل دینے پر اتفاق کر لیا جسے "امة من دون الناس" ﴿دوسرے لوگوں کے بالمقابل ایک سیاسی وحدت﴾ (دفعہ ۱) اور "امت واحدة" ﴿متحدہ سیاسی وجود﴾ (دفعہ ۲۶) قرار دیا گیا۔

"امة واحدة من دون الناس" کی تشکیل کے بعد ان سب کے حقوق اور فرائض بیان کئے گئے جن میں صاف صاف بتایا گیا کہ ہر ایک کو اپنے دین کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حق ہوگا۔ تاہم دفعہ ۲۶ میں یہ خاص شق رکھی گئی کہ یہودی اپنے دین پر رہیں گے اور مسلمان اپنے دین پر رہیں گے۔ (دیکھئے سیرت ابن ہشام اردو جلد ۱ ص ۵۵۴)

عمر ابوالنصر کی کتاب "ھارون البرامكة (اردو ترجمه از شيخ محمد احمد پانی پتی صفحات ۲۷۸، ۲۷۹)" میں بتایا گیا ہے کہ ہارون الرشید کے دور میں تعصب اور غیر رواداری کی ایک مثال نہیں ملتی۔ شام، مصر اور روم میں عیسائیوں کو عبادت کے لئے گرجے تعمیر کرنے اور صلیب کے جلوس نکالنے کی عام اجازت تھی۔ یہودیوں کو اپنے معابد میں عبادت کرنے کا پورا حق تھا۔ آتش پرست کسی پابندی کے بغیر اپنی آگ روشن رکھتے اور اس کی عبادت کرتے۔ سندھ میں ہندوؤں پر مندر میں عبادت کرنے اور اپنے دیوتاؤں کے آگے جھکنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ مختصر یہ کہ مذہب کے معاملے پر کوئی جبر نہ تھا۔

مصر کے اخبار الہلال کا ایڈیٹر جرجی زیدان اپنی کتاب (تاریخ التمدن الاسلامی ج ۳ ص ۱۹۴) میں لکھتا ہے کہ تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کی برق رفتار ترقی کی ایک وجہ یہ ہے کہ خلفاء اسلام ہر قوم اور ہر مذہب کے علماء کی بڑی قدر کرتے تھے اور انہیں فراخدلی سے نوازتے تھے اور کسی کے مذہب اور نسب یا نسل کا کبھی خیال نہ کرتے تھے۔ ان میں ہر مذہب کے لوگ عیسائی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہودی، صابی، سامری اور آتش پرست مل کر رہتے تھے۔ خلفاء ان سے نہایت عزت اور احترام کے ساتھ پیش آتے۔ غیر مسلموں کو بھی وہی مقام اور آزادی حاصل تھی جو مسلمانوں کے امراء اور افسروں کو دی جاتی۔

(ص ۲۸۲) پر عیسائیوں کے ساتھ ہارون الرشید کے سلوک اور بردباری کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ "اس کا صبر و تحمل اس قدر قوی تھا کہ ایک قیصر روم کی مکرر وعدہ خلافیوں اور سرحدوں پر غارت کے واقعات سے تنگ آ کر اس نے چیف جسٹس امام ابو یوسفؒ سے پوچھ لیا کہ اسلامی قلمرو میں عیسائیوں کے گرجا گھروں کو تحفظ کیوں دیا جاتا ہے اور انہیں شہروں میں صلیب کے جلوس نکالنے کی اجازت کیوں دی گئی ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے جرأت مندانہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کے دور میں رومی علاقوں کی فتح کے بعد عیسائیوں کو تحریری طور پر یقین دلایا گیا تھا کہ ان کے گرجا گھروں کو تحفظ حاصل ہوگا اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور صلیب کو لے کر چلنے کا پورا حق ہوگا۔ اب اس حکم کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔"

یہ حقیقت بہت معروف ہے کہ مسلم فاتحین کے مطالبے کے باوجود حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے قبضے میں موجود مفتوحہ اراضی کو ان میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے بیت المقدس کے باشندوں کو دی گئی عام معافی کا معاہدہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ اس کے متعلقہ حصوں کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین نے اہل ایلیا کو ان کی جانوں اور مالوں کو پناہ دی ہے۔ ان کے گرجا، صلیبیں، بیمار، تندرست اور تمام مذاہب کے لوگ پناہ میں رہیں گے۔ ان کے گرجاؤں میں کوئی نہیں رہے گا نہ وہ گرائے جائیں گے...... اور نہ ان کی صلیب اور مال۔ کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کے مذہب کے معاملے میں ان پر کوئی زبردستی نہیں کی جائے گی۔

(تاریخ طبری ج ۲ اردو ترجمہ از سید محمد ابراہیم ص ۵۰۱، وثیقہ ۳۵۷ ص ۳۰۴، ۳۰۵ از سیاسی وثیقہ جات مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ، الفاروق مولانا شبلی نعمانی حصہ دوم ص ۱۴۹)

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اہل مدنیار کو تحریری ضمانت دی کہ ان کا مذہب تبدیل نہیں کیا جائے گا اور ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ (تاریخ طبری ص ۱۵۵)

"جرجان کے فتح کے موقع پر امان کے معاہدے میں یہ شق رکھی گئی کہ ان کی جانوں، جائیداد اور دین کو تحفظ حاصل ہوگا اور ان میں سے کوئی چیز تبدیل نہیں کی جائے گی۔"

(ایضاً ص ۱۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مقنا، حنین اور خیبر کے لوگوں کو دیئے گئے امان نامے میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو وحی الٰہی کے ذریعے تینوں طبقات کے اپنے گھروں کو لوٹنے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ سو ضرور لوٹ جائیں۔ ان سب کے لئے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے پناہ ہے۔ نہ صرف تمہاری جانوں کے لئے امان ہے بلکہ تمہارے دین، اموال، غلاموں اور جملہ املاک کے لئے بھی۔ ان سب چیزوں میں خدا اور رسول کا ذمہ ہے۔ ماسواء مذکورہ بالا رعایتوں کے یہ مراعات بھی دی جاتی ہیں۔

۱...... جزیہ کی معافی

۲...... ......

۳...... ......

۴...... ترک بیگار

۵...... فوجی مہم میں شرکت سے استثناء

۶...... فوجی ضرورت کے لئے تمہارے گھر خالی کرانے کی معافی

۷...... ......

۸...... ......

۹...... مسلح ہو کر نکلنے کی اجازت ہے۔

۱۰...... تم خود پر حملہ آور کے خلاف جنگ کر سکتے ہو۔ ایسی لڑائی میں تمہارے مخالف کے مقتولوں کی دیت یا قصاص تم سے نہ دلوایا جائے گا۔

۱۱...... تا ۱۷............

۱۸...... تمہارے جنازے لے جانے کی راہ میں رکاوٹ نہ ہوگی۔

۱۹...... اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور جملہ مسلمانوں پر تمہارے شرفاء کی تعظیم واجب ہے۔

۲۰...... تا ۲۱............

۲۲...... اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان کرنا روا نہیں۔

۲۳...... تا ۲۶......

۲۷...... جو شخص میرا یہ خط پڑھے یا سنے اور اس میں تغیر یا اس کی مخالفت کرے۔ ایسے شخص پر اللہ اور ملائکہ اور تمام جہان کی لعنت ہے...... میں اس کا دشمن ہوں گا۔ (روز قیامت کو)

(سیاسی وثیقہ جات نمبر ۳۴ صفحات ۵۹ تا ۶۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وثیقہ نمبر ۹۴ (ایضاً ص ۹۶ تا ۹۸) رسول اللہ ﷺ اور نجران کے عیسائیوں کے درمیان طے پانے والا معاہدہ ہے۔ یہ بہت ہی نرم شرائط پر مشتمل ہے۔ دین سے متعلق شرائط دفعہ ۸ ب اور ۹ میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود کو ان کے دین (کی آزادی) ان کے گوشہ نشین پادریوں اور کاہنوں کے تحفظ کا ذمہ دار قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے سید بن حارث اور اس کی جماعت کے دوسرے عیسائیوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے میں دوسرے امور کے علاوہ انہیں عقیدے اور دین پر عمل کرنے کے امور میں کامل آزادی دی گئی (دفعہ ۵)۔ ان کے گرجے، عبادت خانے، خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدان یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن اور ریگستانوں میں ہوں، سب کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔

(دفعہ ۴، ایضاً ص ۱۰۹)

کسی عیسائی کو مسلمان ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (دفعہ ۲۳) ان سے مذہبی گفتگو میں احسن طریق سے پیش آیا جائے۔ (دفعہ ۲۴)

حضرت سلمان فارسیؓ کے رشتہ داروں کے لئے جو آتش پرست تھے، بھی فرمان نبوی کے ذریعے اسی طرح ان کے مذہب کے بارے میں کامل آزادی دی گئی۔ (ایضاً ص ۳۳۱، دفعہ ۸)

ان کے آتش کدوں کی بحالی اور ان کی آمدنی اور فروغ میں انہیں آزادی ہے۔

(دفعہ ۴)

جس مسلمان کے گھر میں نصرانی عورت ہو، اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے وہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عند اللہ کاذب ہے۔ (دفعہ ۳۵)

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اہل نجران کی امان کی تجدید کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطاء کردہ تمام شرائط اور مراعات کو بحال رکھا اور ان کے طریق عبادت، پادریوں اور راہبوں کے تحفظ کے بارے میں مزید خاص مراعات دے دیں۔ (وثیقہ نمبر ۹۸ ایضاً ص ۱۱۴، ۱۱۵)

ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب (Muslim conduct of state) کی دفعہ ۲۰۸ اور ۲۰۹ یوں ہیں:

"(۲۰۸) حنفی فقہ کا معروف مجموعہ یعنی البحر الرائق واضح کرتی ہے کہ غیر مسلموں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبرستان کا اتنا ہی احترام کیا جائے گا۔ جتنا کہ خود مسلمانوں کے قبرستانوں کا ہے اور جس طرح ان کی زندگی میں ان کی جان، جائیداد اور عزت کا احترام کیا جاتا ہے، اسی طرح انتقال کے بعد ان کی ہڈیوں کا احترام کیا جائے گا۔

(۲۰۹) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اس امر پر متفق ہیں کہ اگر غیر مسلم قرآن کریم، حدیث رسولؐ یا اسلامی فقہ پڑھنا چاہیں تو انہیں اس سے روکا نہیں جا سکتا۔"

اسی کتاب کی (دفعہ ۲۰۰) میں بیان کیا گیا ہے:

"اسلامی قانون نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان واضح فرق رکھا ہے۔ کئی پہلوؤں سے غیر مسلموں کی حالت بہتر ہوتی ہے۔ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں جب کہ تمام مسلمان مرد، عورت، جوان، بوڑھے ہر سال اپنی بچت کے ۲۰۰ درہم (یا ۱۰۔۲ پونڈ تقریباً) حصے سے زائد پر اڑھائی فیصد کے حساب سے لازمی طور پر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ لازمی بھرتی سے بھی مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ جبکہ تمام مسلمان لازمی بھرتی کے تحت آتے ہیں۔ انہیں ایک نوع کی خود مختاری حاصل ہوتی ہے۔ ان کے مقدمات کا تصفیہ ان کے اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے پرسنل لاء کے مطابق ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست ان کی جان اور جائیداد کے تحفظ کی اتنی ہی ذمہ دار ہوتی ہے جتنا کہ مسلمانوں کے جان و مال کی۔"

عبدالوحید خان اپنی کتاب "تاریخ افکار سیاست" کے (ص ۱۸۱) پر مسلمانوں کی مذہبی رواداری کے بارے میں لکھتا ہے:

"تقریباً ہر دور میں مذہبی رواداری اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بعض اوقات حکومت نے مسلمانوں پر مذہبی پابندیاں عائد کر دیں اور بسا اوقات مسلمان اپنے عقائد کی وجہ سے (جو حاکم وقت کے عقائد سے مختلف ہوتے) ابتلاء کا شکار ہوئے۔ لیکن اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا جس مساوی سلوک اور اپنے دینی معاملات میں کامل آزادی سے بہرہ ور رہی، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔"

وہ مزید کہتے ہیں کہ اسلامی ریاستوں میں مکمل مذہبی آزادی موجود رہی اور مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے طریقوں پر (اور اپنے ضمیر کے مطابق) عمل کرتے۔ ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری تھی۔ متوکل علی اللہ کے زمانے میں ذمیوں پر کچھ زیادتیوں کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ لیکن ان کے پس پردہ ایک عنصر یہ تھا کہ اس وقت خود غیر مسلم، قائم حکومت کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے اور ایسی سازشیں ان کی عبادت گاہوں میں تیار ہوتی تھیں۔ بدیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ حکومت کو ان کا لباس مقرر کرنے اور ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ خود متوکل علی اللہ بالکل آزاد خیال شخص تھا اور مذہبی رواداری کا حامی بھی۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

''عباسی حکومت میں مذہبی آزادی اس قدر زیادہ تھی کہ مانی کے پیروکار جنہیں اپنے وطن ایران میں جائے پناہ نہ مل سکی، بغداد میں آزادی سے اپنے خیالات کا پرچار کرتے تھے۔ نیز ہندوستان کے علماء، یہودی اور عیسائی مبلغ بھی اسلامی علاقوں میں کسی روک ٹوک کے بغیر اپنے مذاہب کی تشہیر کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں غیر مسلموں کو ریاست کے اعلیٰ عہدوں پر فائز کر لیا جاتا تھا۔ لیکن بنو عباس کے دور میں ایک غیر مسلم کو وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ معتصم کا وزیر اعظم فضل بن مردان عیسائی تھا اور اس عہد میں بیت الحکمت، جس میں مختلف موضوعات کی کتابوں کا ترجمہ ہوا، کا سارا نظم و نسق غیر مسلموں کے ہاتھوں میں تھا۔ بنو عباس کے دربار میں جبرائیل خاندان کو جو اہمیت حاصل تھی، وہ ایک معروف تاریخی واقعہ ہے۔''

عبدالرحیم اپنی کتاب (Mohammadan jurisprudence) کے (طبع ۱۹۵۸ء ص ۲۵۱) پر، (رد المختار ج ۳ ص ۳۱۹، ۳۲۰) سے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث درج کرتا ہے کہ ''غیر مسلموں کو ان کے عقیدے پر چھوڑ دو'' اسی قاعدے کی رو سے اس کے مطابق شافعیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اسلامی قانون غیر مسلم کی شراب نوشی میں مداخلت نہیں کرے گا جبکہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے...... قانون غیر مسلم کو شراب کی فروخت کا حق دیتا ہے اور جو اسے ضائع کرے گا وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ نیز اس کے مطابق قانون اسلامی ریاست کے مجوسی شہری کو ایسا رشتہ کرنے سے نہیں روکے گا جو اسلام کی نگاہ میں ممنوع ہو اور اگر بیوی نے درخواست دی تو عدالت اس کے خلاف بیوی کے نان نفقے کا حکم جاری کر دے گی۔''

مولانا مودودی اپنی کتاب ''اسلامی ریاست'' میں لکھتے ہیں:

''ذمی دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو اسلامی حکومت کا ذمہ قبول کرتے وقت کوئی معاہدہ کریں اور دوسرے وہ جو بغیر کسی معاہدے کے ذمہ میں داخل ہوں۔ پہلی قسم کے ذمیوں کے ساتھ تو وہی معاملہ کیا جائے گا جو معاہدے میں طے ہوا ہو۔ رہے دوسرے قسم کے ذمی تو ان کا ذمی ہونا ہی اس بات کو مستلزم ہے کہ ہم ان کی جان و مال اور آبرو کی اسی طرح حفاظت کرنے کے ذمہ دار ہیں جس طرح خود اپنی جان اور مال اور آبرو کی کریں گے۔ ان کے قانونی حقوق وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہوں گے۔ ان کے خون کی قیمت وہی ہوگی جو مسلمانوں کے خون کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔ ان کو اپنی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنے کا حق دیا جائے گا اور اسلامی تعلیم بجبر ان پر نہیں ٹھونسی جائے گی۔

(اسلامی ریاست ص ۵۲۳)

قرآن کریم کی آیات، رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کے معاہدوں اور تاریخ کے دوسرے مسلم خلفاء کے طرزِ عمل سے یہ عیاں ہے کہ اس دور میں غیر مسلموں کو وہ مراعات اور حقوق حاصل تھے، جو تا حال استعماری حکمرانوں نے کئی ممالک میں اپنی رعایا کو نہیں دیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ کئی ممالک نے ایسے حقوق اپنے شہریوں کو نہیں دیئے۔ اپنے مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں غیر مسلموں کو کامل آزادی رہی اور مذہب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حق فی الواقع بنیادی انسانی حق شمار کیا گیا۔

دین کے بارے میں اسلام کامل رواداری کا درس دیتا ہے اور اس امر کو ہر انسان کے ضمیر پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ چاہے تو اسلام قبول کرے۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں دی گئی۔ جو چاہے ایمان لائے اور چاہے تو نہ لائے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی عقیدے کے بارے میں مداخلت کا کوئی اختیار نہ تھا۔ آپ ﷺ کا فریضہ صرف اللہ کے پیغام کی دعوت دینا اور اس کی تعبیر و تشریح، نیز اہل ایمان کو جنت کی بشارت دینا اور کفار کو دوزخ کی خبر دینا تھا۔ (کیونکہ آپ ﷺ بشیر و نذیر بھی تھے)

تاہم یہ تمام دلائل غیر متعلق ہیں۔ کیونکہ زیرِ بحث قانون قادیانیوں کو اپنا عقیدہ بدلنے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ ان حالات میں مسٹر مجیب الرحمٰن نے شکایت کی کہ قادیانیوں پر اسلام کو اپنا دین ماننے پر پابندی لگا دی گئی ہے اور انہیں اذان، جو دین کا ایک حصہ ہے، کہنے کے حق اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے سے محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن نہ وہ مسلمان ہیں اور نہ ہی یہ اسورا کراہ، جبر یا دھمکی کے ان اصولوں کے تحت آتے ہیں جن پر آیات کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان آیات کا اطلاق کسی اور دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر ہوتا ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے قرآن کریم اور سنت کی رو سے معاہدات کی لازمی پابندی کرنے پر بحث کی۔ ان دلائل کا جائزہ لینا اس لئے ضروری نہیں کہ "اوفوا بالعقود" ﴿معاہدے پورے کرو﴾ اور "اوفوا بالعھد" ﴿عہد پورا کرو﴾ کے واضح احکام اس مفروضے کی صحت میں کوئی شک نہیں رہنے دیتے۔ اس امر کی بہترین مثال معاہدہ حدیبیہ ہے۔ جس میں فریقین کے مابین طے شدہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مشرکین مکہ میں سے مسلمان ہو کر ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجازت کے بغیر مسلمانوں میں شامل ہوگا، اسے اہل مکہ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ جن میں اہل مکہ کے جور وستم کا شکار ہونے والے مسلمان بچ نکلے اور مدینہ پہنچ گئے۔ لیکن معاہدہ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے انہیں واپس لوٹ جانے کا حکم دے دیا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ قیام پاکستان کے وقت قائداعظم اور احمدیوں کے درمیان فی الواقع ایک عہد تھا اور قائداعظم کا پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی کامل مساوات اور دوسرے امور کے علاوہ انہیں اپنے اپنے مذاہب کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی آزادی دینے کا اعلان ایک ضمنی معاہدے یا ضمانت کے مترادف تھا۔ جسے ۱۹۷۳ء تک ملک کے مختلف دساتیر میں شامل یا محفوظ رکھا گیا تھا۔ ان دساتیر نے پاکستان کے تمام شہریوں کو اپنے مذاہب کو ماننے، ان پر عمل کرنے اور تبلیغ کرنے کے حق کی ضمانت دی تھی اور ۱۹۷۴ء تک قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا تھا۔

ہمیں قادیانیوں اور قائداعظم کے درمیان ایسا کوئی معاہدہ نہیں دکھایا گیا کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے گا اور نہ ہی قیام پاکستان یا قائداعظم کی زندگی میں یہ سوال اٹھا تھا۔ ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء کے دساتیر یا ۱۹۷۳ء کے اصل دستور کا کوئی سہارا نہیں لیا جاسکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کو ایک ایسی دستوری ترمیم کے ذریعے غیر مسلم قرار دیا تھا۔ جو بالاتفاق منظور ہوئی تھی اور جو مسلمانوں کے مسلسل احتجاجات کا نتیجہ تھی۔ یوں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

اس آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ ۱۹۷۴ء کی اس آئینی ترمیم کے اثرات کا جائزہ لیا جائے جس کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے اس رائے کا پرجوش اظہار کیا کہ آئین نے قادیانیوں کو صرف غیر مسلم قرار دیا ہے اور ان پر خود کو غیر مسلم ہونے کی حیثیت سے کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ ہم نے ان سے یہ استفسار کیا کہ کیا پاکستان کے قادیانی شہریوں پر آئین کی پابندی لازمی ہے یا نہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ ان پر اس کی پابندی لازمی ہے۔

اسی تسلیم سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اعلان کے مطابق قادیانی اس امر کے پابند ہیں کہ وہ آئین اور قانون کی رو سے غیر مسلم ہیں۔ وہ انتخابات میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے ان نشستوں سے بطور امیدوار کھڑے ہو سکتے ہیں۔ جو غیر مسلموں کے لئے مخصوص ہیں۔ ایسے مقدمات جن میں عقیدے کا مسئلہ درپیش ہو، انہیں لازماً اپنے آپ کو غیر مسلم کہنا ہوگا۔ اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان ہونے کے مفروضے کی بنیاد پر وہ کسی بھی قانونی حق کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس پٹیشن پر بحث کے دوران ان کا خود کو مسلمان کہنے پر اصرار واضح طور پر غیر آئینی ہے۔

دفعہ ۲۶۰ (۳) قادیانیوں کو آئین اور قانون کے مقاصد کے لئے غیر مسلم قرار دیتی ہے۔ دفعہ (۲۰) پاکستان کے شہریوں کو دیگر امور کے علاوہ اپنے مذہب کو ماننے کے حق کی ضمانت دیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دفعہ آئین کی دوسری دفعات کے تابع ہے۔ اس نکتے کو مسٹر مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا تھا۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ (۳) کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہوئے دفعہ (۲۰) کی مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ قادیانی یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور یا مرزا صاحب کی نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن خود کے مسلمان ہونے اور اپنے دین کے اسلام ہونے کا اعلان نہیں کر سکتے۔ مختصر حکم میں نادانستہ طور پر کچھ آراء در کر آئی تھیں۔ لیکن اس جامع فیصلے میں مؤقف پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس بات پر زور دینا درست نہیں ہے کہ آئین انہیں اپنے آپ کو غیر مسلم کہنے پر مجبور نہیں کرتا۔

اس بارے میں ساری دقت قادیانیوں کے اس رویے کی بناء پر پیدا ہوئی کہ وہ خود کو مسلمان یا اپنے عقیدے کو اسلام نہ کہنے کے پابند ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور اپنے پروپیگنڈے اور تبلیغ کو اسلام کے نام پر جاری رکھنے پر اڑے رہے۔ انہیں خود کو براہ راست یا بالواسطہ مسلمان ظاہر کرنے سے مجتنب رہنا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ڈھٹائی کے ساتھ اپنے مخالف طرز عمل سے مسلم امت کا صبر و ضبط آزمانے پر جمے رہے۔

ایسے القاب جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ، آپ ﷺ کی بیویوں اور افراد خاندان کے لئے مخصوص ہیں، کے استعمال پر پابندی لگانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کو استعمال کر کے قادیانی اپنے آپ کو بالواسطہ مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ ام المومنین (مسلمانوں کی ماں) امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، خلیفۃ المومنین (سب امت مسلمہ کے سربراہ، یا حاکم اعلیٰ کے لئے ہیں) کے القاب مؤمنین اور مسلمین کے الفاظ پر مشتمل ہیں، اور لوگوں کو یہ دھوکہ دے سکتے ہیں کہ ان کے حاملین مسلمان ہیں یا خود کو مسلمان پکارتے ہیں۔ "رضی اللہ عنہ" کی ترکیب قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے لئے بطور دعا استعمال ہوئی ہے۔

"صحابی" اور "اہل بیت" کے کلمات مسلمان علی الترتیب رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور آپ ﷺ کے خاندان کے افراد جو سب بلاشبہ بہترین مسلمان تھے، کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے ساتھیوں اور ان کے خاندان کے افراد کے لئے ایسی اصطلاحات کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کا معنی یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ دوسرا نکتہ بھی وزنی ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک قادیانیوں کا مرزا صاحب کی بیوی، افراد خاندان، ساتھیوں اور جانشینوں کے لئے ایسی مقدس اصطلاحات کا استعمال ان کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔

اسی طرح اذان کہنا اور عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینا اس بات کی پختہ علامت ہے کہ اذان پڑھنے والا یا مسجد میں مجتمع یا نماز پڑھنے والے اشخاص مسلمان ہیں۔

ان القاب اور اوصاف کے استعمال کی ممانعت کی دفعات سے آئینی دفعہ کا نفاذ ہوتا ہے اور اس آرڈی ننس میں اسی اصول کا اعادہ کیا گیا ہے کہ قادیانی کسی بھی طریقے سے براہ راست یا بالواسطہ اپنے آپ کو مسلمان کہلایا ظاہر نہیں کر سکتے۔

مذہب کی تبلیغ پر پابندی کا محرک بھی اسی طرح کی سوچ ہے۔ قادیانیوں نے خود کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں کو یہ تسلی دینے، کہ احمدیت کو ماننے کا معنی اسلام کو ترک کرنا یا ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرنا نہیں۔ بلکہ بہتر مسلمان بننے کا موقع ہے، کی حکمت عملی کی بدولت ان میں اور زیادہ تر پنجاب میں کچھ کامیابی حاصل کی۔ اس مقصد کے لئے وہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں سخت فرقہ وارانہ اور علماء کی مسلسل شدت کے خلاف موجود نفرت کے روایتی سروں کو چھیڑتے ہیں اور انہیں اپنی تبلیغ جسے وہ اسلام میں آزاد خیالی قرار دیتے ہیں، کی جانب راغب کرتے ہیں۔ یہ حکمت عملی جس نے انہیں کچھ فائدہ دیا ہے، اس سوداگر کے اس فراڈ سے گہری مماثلت رکھتی ہے جو اپنے گھٹیا سامان کو ایک شہرت یافتہ فرم کا اعلیٰ قسم کا معروف سامان ظاہر کرکے چلتا کرتا ہے۔ قادیانی یہ تسلیم کرلیں کہ ان کی تبلیغ اسلام کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی طرف ہے۔ تو بے خبر مسلمان بھی اپنے ایمان کو چھوڑ کر کفر قبول کرنے سے نفرت کریں گے۔ بلکہ الٹا قادیانیوں کے دلوں سے احمدیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔

ہم پروفیسر طاہر القادری کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اگر قادیانی آئینی دفعات کی پابندی کرتے تو اس آرڈی ننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ مذہب کی تبلیغ پر پابندی لگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

ایک دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے جس مسلمان سے ملتے اسے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی کوشش کرتے اور مرزا صاحب کو نبی کہہ کر اس کے جذبات کی سخت توہین کرتے۔ کیونکہ تمام مسلمان حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس سے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ اور منافرت کے جذبات جنم لیتے۔ جن کے نتیجے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ ان کے مسیح موعود اور مہدی کے دعوے پر جذبات سخت مشتعل ہوئے تھے۔ یہ خالی دعوے نہیں بلکہ قادیانیت کی تاریخ اور خود مرزا صاحب کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں نہ صرف علماء بلکہ عام مسلمانوں کے ہاتھوں سخت عداوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ان کی تحریروں میں اپنے مخالفین کے لئے سخت بیہودہ اور غیر مہذب زبان استعمال کی گئی ہے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے جن میں اجتماعی احتجاجات کئے گئے۔ مثال کے طور پر عبدالقادر کی (کتاب حیات طیبہ ص ۱۲۱، ۱۲۷، ۱۴۰) دیکھئے۔ مرزا صاحب کی اکثر تحریریں اپنے مخالفوں کے لئے بددعاؤں اور سخت کلامی سے پر ہیں۔ انہوں نے خود بھی ان سے مسلمانوں کی عمومی عداوت کا ذکر کیا ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۷، خزائن ج ۷ ص ۱۸۳، ازالہ اوہام ص ۱۱ خزائن ج ۳ ص ۱۰۸ احاشیہ، حمامۃ البشریٰ ص ۹، خزائن ج ۷ ص ۱۸۴) پر انہوں نے لکھا:

”پس یہی وہ دعویٰ ہے جس پر میری قوم (غیر احمدی مسلمان) مجھ سے لڑتی ہے اور وہ مجھے مرتد سمجھتے ہیں اور وہ زور سے بولتے ہیں اور ”ملھم“ حقیقی کا کوئی احترام بجا نہیں لاتے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کافر، کذاب اور دجال ہے۔ اگر انہیں حکام کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو وہ میرے قتل کے درپے تھے۔“

مرزا صاحب نے کچھ واقعات سے صدمے اور طوفان کی ایک لہر اٹھی کہ وہ ان کے مریدوں میں زلزلوں کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ سیرت المہدی کے مؤلف کی دی ہوئی تعداد کے مطابق ایسے زلزلے پانچ تھے:

۱...... پہلا طوفان عظیم جس نے احمدیت کو ہلا کر رکھ دیا وہ مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد کہ اسی حمل کے دوران پسر موعود پیدا ہوگا، ۱۸۸۶ء میں لڑکی کی پیدائش تھی۔

۲...... دوسرا طوفان اس لڑکے کی وفات پر اٹھا جو اس لڑکی کے بعد پیدا ہوا تھا۔

۳...... تیسرا صدمہ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو متزلزل کر دیا وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ تھا۔

۴...... چوتھا طوفان آتھم کی موت کے بارے میں پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر اٹھا۔

۵...... پانچواں زلزلہ مرزا صاحب کا انتقال تھا (مولوی ثناء اللہ کی وفات سے بہت پہلے اور وہ بھی ایک مہلک بیماری سے جو ہیضہ بتائی گئی تھی اور پھر ایسی موت جو مرزا صاحب کے لئے ایک وضع کردہ اصول کے مطابق بارگاہ الٰہی سے مردود اور اس پر افتراء کرنے والوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔“

(سیرت المہدی ج ا ص ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۶)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس تعداد کی بنیاد بھی مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی پر رکھی گئی ہے۔ جس میں انہوں نے پانچ زلزلوں کی پیش گوئی کی تھی۔ لیکن اگر اس پیش گوئی کے مفہوم کے مطابق ان واقعات میں سے ہر واقعہ کو ایک زلزلہ شمار کیا جائے تو یہ فہرست یقیناً ناقص ہے۔ محمدی بیگم سے شادی میں ناکامی پر مرزا صاحب کو جس تمسخر کا سامنا کرنا پڑا وہ علم الزلازل کی رو سے بہت لمبے عرصے اور مسلسل طوفانوں پر مشتمل تھا۔ اسی طرح نبوت کا دعویٰ کرنے پر مرزا صاحب جس مخالفت اور عداوت کا نشانہ بنے اس کی نوعیت ایسی تھی کہ آج تک اس کی شدت کم نہیں ہوئی۔

پہلے، دوسرے، چوتھے، پانچویں زلزلے اور محمدی بیگم کے واقعہ نے مرزا صاحب کو مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں میں یکساں طور پر ہنسی، مذاق اور نفرت کا نشانہ بنا دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود، مہدی معہود نیز نبی یا رسول اللہ ﷺ کا بروز ہونے کے دعوؤں نے عامۃ المسلمین، علماء دین اور دانشور طبقے میں یکساں طور پر عداوت غم و غصے اور ملامت و مذمت کا لاانتہاہی سلسلہ پیدا کر دیا۔

(دیکھیے سیرت المہدی ج ۱ص ۱۰۶، ۱۰۸، ج ۲ص ۷، ۸، ۴۴، ۶۴، ج ۳ص ۱۱۲)

یہ ان کی زندگی میں مسلمانوں کے بار بار رونما ہونے والے سخت ترین اشتعال کی ایک تصویر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کا نفاذ، منیر انکوائری کمیٹی کی تشکیل اور ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم یہ سب مسلمانوں کے سخت اشتعال، احتجاج، جھنجھلاہٹ اور غم و غصے کو ثابت کرتے ہیں۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ سی مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی ممانعت کرتی ہے اور یہ خود ان امور پر مسلمانوں کے اضطراب اور غم و غصے کا ثبوت ہے جنہیں آخرکار آرڈی ننس نے ممنوع قرار دے دیا ہے۔

مسلمان ام المومنین، اہل بیت، صحابی، امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین کی اصطلاحات صرف علی الترتیب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات، افراد خاندان، ساتھیوں اور آپ ﷺ کے صالح خلفاء ہی کے لئے استعمال کرتے رہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ اصطلاحات صرف ان عظیم شخصیات اور رسول کریم ﷺ کی صحبت و رفاقت سے مشرف ہونے والے اشخاص کے لئے مخصوص ہیں۔ لیکن قادیانی انہیں مرزا صاحب کی بیوی، خاندان اور ساتھیوں کے لئے، جنہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے، استعمال کرتے ہیں۔ اس امر کو مسلمانوں نے ہمیشہ برا منایا ہے۔ اسی بناء پر آرڈی ننس نے ایسی اصطلاحات کے استعمال کو فوجداری جرم قرار دیا ہے۔

امہات المومنین، ام المومنین اور ازواج مطہرات کے کلمات صرف رسول اللہ ﷺ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیویوں کے لئے مخصوص ہیں اور ان کے مخصوص استعمال پر خود قرآن کریم کا ارشاد موجود ہے۔
قرآن کریم کی آیت ۳۳/۶ میں آنحضرت ﷺ کی بیویوں کی شان میں ارشاد ہوتا ہے:

"وازواجه امهاتم" ﴿اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔﴾

اسی طرح متعدد ایسی احادیث موجود ہیں جن میں پیغمبرؐ کی ہر بیوی کو ام المومنین (مؤمنوں کی ماں) کہا گیا ہے۔ ہر مسلمان کی حقیقی ماں، سوتیلی ماں (دیکھئے آیت ۴/۲۳) کے علاوہ وہ بھی مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اس تعلق کی وجہ اولاً دوسری تمام خواتین پر پیغمبر ﷺ کی بیویوں کی فضیلت وتفوق ہے اور ثانیاً آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی کسی بیوی سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔

سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۲ میں ارشاد ہوتا ہے:

"ینساء النبی لستن کاحد من النساء" ﴿اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔﴾

نیز اس سے قبل آیت ۳۰ میں فرمایا:

"ینساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضعف لها العذاب ضعفین، وکان ذلك علی الله یسیرا" ﴿اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوگی تو اس کے لئے دوگنا عذاب ہے اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔﴾

یہ دونوں آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں دوسری خواتین کی مانند نہیں ہیں۔ انہیں ام المومنین یا ازواج مطہرات کا خطاب دینے کی ایک وجہ یہی ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اس اصول کی بناء پر اللہ کے رسول کی وراثت امت کو ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو کوئی وراثت نہیں ملی تھی۔ یوں وہ اپنے گزارے کے لئے کسی ذریعہ آمدن سے محروم ہوگئیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی انہوں نے نہایت غربت میں گزارہ کیا۔ اس کے باوجود اگر ان کے پاس کوئی پونجی ہوتی یا گھر میں کھانے کی کوئی چیز میسر آجاتی تو وہ اسے اپنے استعمال میں لانے کی بجائے کسی محتاج کو صدقہ کر دیتیں۔

ایک دفعہ انہوں نے کچھ مطالبات کئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فوراً یہ تنبیہ نازل ہوئی کہ یا تو تم پیغمبر ﷺ کی معیت میں روکھی سوکھی زندگی گزارتی رہو یا تمہیں دنیا کا سامان دے دلا کر رخصت کر دیا جائے گا۔ (آیت ۳۳/۲۸) تاہم انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی مبارک رفاقت کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ کی ان ازواج مطہرات میں سے کچھ ایسی بھی تھیں جو متمول خاندانوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ ئی تھیں اور خوشحالی دیکھ چکی تھیں۔ مثلاً حضرت سودہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ۔ لیکن انہوں نے بھی فقر و فاقہ کی زندگی کو پیغمبر اسلام ﷺ سے الگ ہونے پر ترجیح دی۔ ان عظیم شخصیات کا کسی بھی دوسری عورت سے موازنہ کرنا اور ان کے خطاب کو کسی دوسری عورت پر منطبق کرنا ناممکن ہے۔

ایک اور اصطلاح جس کے استعمال سے قادیانیوں کو روک دیا گیا ہے۔ "اہل بیت" ہے۔ یہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے خاندان کے افراد کے لئے مستعمل ہے۔ سورہ ہود کی آیت ۷۳ میں ارشاد ہوا: "رحمت الله وبركاته عليكم اهل البيت" ﴿اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر اے گھر والو!﴾

سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ میں ارشاد ہوا:

"انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهّركم تطهيرا"

﴿اے نبی کے گھر والو! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔﴾

ان ارشادات سے اہل بیت رسالت کو اس امر سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ انہیں ہر قسم کے گناہوں اور معصیت سے اجتناب کرنا چاہئے اور اپنے عقیدے، عمل اور معاملات میں تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ معیار کا پابند رہنا چاہئے۔

قرآن کریم اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ خاندان رسالت کے تمام افراد ان صفات و محامد سے متصف تھے۔ بصورت دیگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بھی ان کے اہل بیت سے خارج قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ اس نے کفر کو اختیار کر لیا تھا اور احکام الٰہیہ کا منکر تھا۔ سورۂ ہود کی ان آیات کو پڑھئے:

"ونادى نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي وان وعدك الحق وانت احكم الحكمين، قال ينوح انه ليس من اهلك، انه عمل غير صالح فلا تسئلن ماليس لك به علم انى اعظك ان تكون من الجهلين (هود:٤٥، ٤٦)" ﴿اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے پروردگار! میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ پکا ہے اور تو تمام فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ وہ نہایت نابکار ہے۔ پس مجھ سے اس چیز کے لئے درخواست نہ کرو جس کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہیں اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ بنو۔﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل بیت کی اصطلاح بھی جیسا کہ کئی احادیث سے واضح ہوتا ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے افراد کے لئے مخصوص ہے۔ ایسے اشخاص جو مسلمان نہیں ہیں یا جو مسلمان نہیں تھے ان کو اس نام سے نہیں پکارا جا سکتا۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا صاحب کے افراد خاندان کے لئے ایسے نام کا استعمال زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ وہ اوصاف جن سے رسول اللہ ﷺ کے افراد خاندان متصف تھے۔ وہ کسی اور شخص میں موجود نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ مسلمانوں نے اس توہین کا برا منایا۔ اس اصطلاح کے استعمال سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ امت کے مفاد میں تھا کہ اس کے استعمال کو فوجداری جرم قرار دے کر قادیانیوں کو اس کے استعمال سے منع کر دیا جائے۔

"رضی اللہ عنہ" کا معنی ہے "اللہ اس سے راضی ہوا۔" قرآن کریم میں ان لوگوں کے بارے میں کافی رہنمائی موجود ہے۔ جن کے لئے یہ وصف استعمال ہو سکتا ہے۔ ذیل میں متعلقہ آیات درج کی جاتی ہیں:

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجری تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم (التوبہ:۱۰۰)" ﴿اور مہاجرین اور انصار میں سے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور پھر جن لوگوں نے خوبی کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور بڑی کامیابی یہی ہے۔﴾

"لقد رضی الله عن المؤمنين اذيبا يعونك تحت الشجرة فعلم مافی قلوبهم فانزل السكينة عليهم واثابهم فتحاقريبا (الفتح:۱۸)" ﴿اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ تم سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔ تو اللہ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا تو اتاری ان پر طمانیت اور ان کو ایک عنقریب ظاہر ہونے والی فتح سے نوازا۔﴾

"لاتجد قوما يؤمنون بالله واليوم الأخريوادون من حاد الله ورسوله ولوكانوا اباءهم اوابناءهم اواخوانهم اوعشيرتهم" ﴿تم کوئی ایسی قوم نہیں پا سکتے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ دوستی رکھے ان سے جو اللہ اور اس کے رسول سے برسر مخالفت ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا اہل کنبہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیوں نہ ہوں۔﴾

''اولئك كتب في قلوبهم الايمان وايّدهم بروح منه، ويدخلهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها، رضي الله عنهم ورضوا عنه، اولئك حزب الله، الا انّ حزب الله هم المفلحون (مجادلة:۲۲)'' ﴿یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک فیضان خاص سے ان کی تائید فرمائی ہے اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کی پارٹی ہیں۔ سن رکھو کہ اللہ کی پارٹی ہی فلاح پانے والی ہے۔﴾

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت صرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو دی یا مومنین کو۔ غیر مسلموں کے لئے جن سے اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہیں ہو سکتا۔ رضی اللہ عنہ کی صفت استعمال نہیں کی جا سکتی۔ مرتد اور کافر اس بشارت میں شریک نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے خبر یہ ہے کہ وہ جنت میں نہیں بلکہ دوزخ میں رہیں گے۔ ان حالات میں کوئی ایسا قاعدہ وضع کرنا ممکن نہیں جس کی رو سے مرتدین بھی اسے استعمال کر سکیں۔ اسلام کا مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ خواہ مسلمان کفار کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا درج ذیل آیات ملاحظہ کیجئے:

''استغفرلهم اولاتستغفرلهم، ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم، ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله، والله لايهدي القوم الفسقين (توبه:۸۰)'' ﴿تم ان کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو اگر تم ان کے لئے ستر بار بھی مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ ان کو بخشنے والا نہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔﴾

''سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم، لن يغفر الله لهم، ان الله لايهدي القوم الفسقين (المنافقون:٦)'' ﴿ان کے لئے یکساں ہے، تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بیشک اللہ نافرمانوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔﴾

''وماكان استغفار ابراهيم لابيه الاعن موعدة وعدها اياه، فلمّا تبيّن له انه عدولله تبرّا منه، ان ابراهيم لاوّاه حليم (توبه:۱۱٤)'' ﴿اور ابراہیم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے مغفرت مانگنا صرف اس وعدے کے سبب سے تھا جو اس نے اس سے کرلیا تھا۔ پھر جب اس پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ تو اس نے اس سے اعلان برأت کردیا۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑا ہی نرم دل اور بردبار تھا۔ ﴾

یہ آیات اس امر کی صراحت کرتی ہیں کہ وہ لوگ جنہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔ وہ یہ امید نہیں رکھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے گا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے ہمیں کئی ایسی کتابیں دکھائیں جن میں صوفیاء اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس وصف کا استعمال کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات ان کے لئے مفید مطلب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مومنین کے لئے اس کا استعمال جائز ہے۔ اس امر کی تردید نہیں کی گئی کہ غیر مسلموں نے اس صفت کو استعمال نہیں کیا۔ یہ ان کے دلائل کا مسکت جواب ہے۔

ایک اور متنازعہ اصطلاح ''صحابی'' ہے۔ یہ لفظ مسلمہ طور پر صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور غیر مسلموں کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ لیکن قادیانیوں نے اسے مرزا صاحب کے ساتھیوں کے لئے استعمال کیا ہے۔

علامہ سخاویؒ نے اس اصطلاح کے یہ معنی لکھے ہیں ''ابوالحسینؒ ''معتمد'' میں لکھتا ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت پائی ہو اور ان سے علم سیکھا ہو۔''
(فتح المغیث ص ۳۷۱)

اس لئے صحابہ وہ خوش نصیب انسان ہے۔ جو ایمان کی حالت میں رسول ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں فوت ہوا ہو (دیکھئے تلخیص اصابہ جلد ا ص ۱۹ اور اسد الغابہ جلد ا صفحات ۱۸، ۱۹) ایک ایسا شخص جسے جھوٹا نبی قرار دیا گیا ہو، کی صحبت اختیار کرنے والے شخص پر اس مخصوص اور فنی اصطلاح کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی قابل توجہ ہے:

''خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم''

یہ حدیث ان تین نسلوں کا تذکرہ کرتی ہے۔ جنہیں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس حدیث یہ بھی واضح ہے کہ صحابہ وہ ہیں جنہوں نے رسول ﷺ کی صحبت پائی۔ تابعین وہ ہیں جو صحابہ کے بعد ہوئے اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی اور تبع تابعین وہ لوگ ہیں۔ جو تابعین کے بعد ہوئے۔ کسی شخص کے صحابی ہونے کے لئے اہم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امر یا شرط یہ ہے کہ اس نے رسول کریم ﷺ کی زیارت کی ہو اور یہ زیارت بھی اس نے مومن ہونے کی حالت میں کی ہو اور پھر ایمان ہی کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی ہو، نہ کہ کفر کی حالت میں۔

دوسری اصطلاحات امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین اور خلیفۃ المومنین ہیں۔ یہ تینوں اصطلاحات جن میں مومنین اور مسلمین کے الفاظ موجود ہیں، واضح طور پر مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ اعلیٰ ترین منصب پر فائز شخص، خواہ وہ صدر کہلاتا ہو یا وزیراعظم، بادشاہ، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین کے نام سے موسوم ہو، کی معروف شرط یہ ہے کہ اسے مسلمان ہونا چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفۃ رسول اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اگرچہ ہر انسان خلیفۃ اللہ (زمین میں اللہ تعالیٰ کا نائب) ہے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے صرف خلیفۃ رسول اللہ کا لقب اختیار فرمایا۔ جب خلیفہ ثانی نے زمام خلافت سنبھالی تو ان کا خیال تھا کہ وہ خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے خلیفے کے خلیفہ کہلائیں گے۔ لیکن محسوس ہوا کہ اگر ہر نئے حکمران کے لئے خلیفہ کا لفظ بڑھتا چلا گیا تو یہ بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کر لیا۔ (اسلام کا نظام حکومت صفحات ۲۴۴،۲۴۳، ۲۴۵)

اس لئے امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین یا خلیفۃ المومنین کے القاب صرف مسلمانوں کے سربراہان کے لئے مستعمل و مخصوص ہیں۔ کوئی مسلمان پسند نہیں کرے گا کہ ایسے لوگ جو غیر مسلم ہیں یا جو امت مسلمہ سے خارج ہیں، وہ یہ لقب اختیار کریں۔ اس وجہ سے اور خصوصاً قادیانیوں کے ان القاب اور اصطلاحات کے استعمال کے نتیجے میں مسلمانوں کی ان سے عداوت کی بناء پر، اس آرڈی ننس کا نفاذ ہوا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ کئی صوفیاء اور اولیاء کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ امیر المومنین کے الفاظ امام مالکؒ کے لئے استعمال ہوئے۔ انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔ نیز نظام حیدر آباد کے لئے بھی استعمال ہوئے جبکہ ایک صوفی کی ایک مرید عورت کے لئے ام المومنین کا استعمال ہوا ہے۔

یہ دلائل نکتے سے غیر متعلق ہیں۔ مسلمانوں یا ان کے صوفیوں کے لئے ان اصطلاحات کا شاذ و نادر استعمال حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ سب لوگ جن کے لئے ان کا استعمال ہوا تھا، وہ کم از کم مسلمان ضرور تھے اور کافر نہ تھے۔ ثانیاً ان کا استعمال حضرت رسول ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نقل اتارنے کی نیت سے نہ تھا۔ ثالثاً یہ شاذ و نادر مثالیں ہیں۔

قادیانیوں کے ہاں ان اصطلاحات کا استعمال اس اصول پر مبنی ہے کہ مرزا صاحب رسول اللہ ﷺ کا بروز ہیں اور ان کی مزعومہ بعث حضرت رسول اللہ ﷺ کی بعث دوم ہے اور اس کے نتیجے میں مرزا صاحب کے ساتھی، بیوی، افراد خاندان اور جانشین اسی تکریم اور عقیدت کے مستحق ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، بیویوں، اہل بیت اور خلفاء کو حاصل ہے۔ ''اگر مرزا صاحب محمد ہیں تو ان کے صحابہ محمد رسول کے ہی صحابہ ہیں۔''

(الفضل قادیان ج ۳ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۱۱)

مرزا صاحب کی عبارت زیادہ واضح ہے۔ انہوں نے لکھا: ''صار وجودی وجوده'' (میرا وجود ان کا وجود ہو گیا) اور جو کوئی بھی میری جماعت میں شامل ہوتا ہے، وہ رسول ﷺ کے صحابہ کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔''

(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۸، ۲۵۹)

اس بارے میں زیر بحث آرڈیننس بالکل درست ہے۔

دوسرا مسئلہ اذان پر پابندی کے بارے میں ہے۔ آرڈی ننس غیر مسلموں یعنی قادیانیوں کو لوگوں کو نماز کے لئے اذان کے کلمات پڑھ کر بلانے سے روکتا ہے۔ اذان کا معنی پکار ہے اور مؤذن ''پکارنے والا'' ہوتا ہے۔ یہ لغوی معانی آیات قرآنیہ ۷/۴۴، ۱۲/۷۰ اور ۲۲/۲۷ سے واضح ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

''قالوا نعم، فاذّن مؤذن بينهم ان لعنة الله على الظلمين (الاعراف:٤٤)'' ﴿وہ کہیں گے ہاں! پھر ایک منادی کرنے والا ان کے بیچ میں پکارے گا کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔﴾

''ثم اذّن مؤذن ايتها العير انكم لسارقون (يوسف:٧٠)'' ﴿پھر ایک منادی نے آواز دی اے قافلو والو تم لوگ چور ہو۔﴾

''واذّن فى الناس بالحج ياتوك رجالا وعلىٰ كل ضامر ياتين من كل فج عميق (الحج:٢٧)'' ﴿اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو وہ تمہارے پاس آئیں گے پیادہ بھی اور لاغر اونٹنیوں پر جو پہنچیں گے دور دراز گہرے پہاڑی رستوں سے۔﴾

ان تینوں آیات میں ''اذن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ''اذان'' اسی کا اسم ہے اور اس کا معنی پکار یا نداء ہے۔ پکار سے مقصود اطلاع دینا ہوتا ہے اور مؤذن منادی کے معنی میں مستعمل

www.kitabosunnat.com

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اذّن،اذان اورموذن کے یہ لغوی معانی ہیں۔آیت نمبر ۶۲/۹ میں "اذا نودی للصلوٰۃ" "جب نماز کے لئے پکارا جائے) کے کلمات میں نماز کے لئے پکارنے کے اس طریقے کا تذکرہ ہے جو اذان کے نام سے مشہور ہے۔اس لئے ان کا ترجمہ "جب اذان دی جائے" کیا جائے گا۔یہ آیت کریمہ مع ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

"یاایھاالذین امنو اذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (جمعۃ:۹)" ﴿اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔﴾

ہجرت سے پہلے اذان کا کوئی تصور نہ تھا۔ہجرت کے بعد ایک شخص لوگوں کو نماز کے لئے "الصلوٰۃ جامعۃ" کہہ کر بلاتا۔جس کا معنی یہ ہے کہ نماز کی جماعت تیار ہے۔آنحضرت ﷺ نے نماز کے لئے بلانے کے نظم کو اہمیت دی۔آپ ﷺ کے تین صحابہ حضرت ابوبکرؓ،حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے طریقہ اذان کے خواب دیکھے۔ان تینوں خوابوں میں سے حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ کے خواب بہت معروف ہیں۔حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اسی رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے خواب کا واقعہ بتادیا۔لیکن حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو صبح اطلاع دی۔اس دن سے آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دے دیا کہ وہ یہ اذان پڑھ کر لوگوں کو نماز کے لئے بلایا کریں۔بعد میں حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" ﴿نماز نیند سے بہتر ہے۔﴾ کے الفاظ کا اضافہ کردیا اور آپ ﷺ نے ان کی منظوری دے دی۔ (الجامع لاحکام القرآن قرطبی ج۶ ص۲۲۵)

اذان کے وجوب کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔تاہم جیسا کہ ابوعمر کا کہنا ہے۔

اذان،دارالاسلام اوردارالحرب کے مابین امتیازی صفت یا علامت ہے۔ (ایضاً)

یہ دین اسلام کی امتیازی خصوصیات یا علامتوں میں سے ایک ہے۔اس لئے یہ مسلمانوں کا شعار یعنی ان کا امتیازی نشان ہے۔ (البحرالرائق ابن نجیم ج۱ ص۲۴۰)

بتایا گیا ہے کہ اس امر پر اجماع ہے کہ یہ اسلام کا شعار (امتیازی نشان) ہے۔

(فتاویٰ قاضیخان برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری، حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ ج۱ ص۲۷۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذان کے شعار اسلام ہونے کے لئے یہ دلائل کافی ہوں گے:

۱...... رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو ان کی عبادت گاہوں کی طرف بلانے کی مشہور شکلیں یہ تھیں:

الف...... نرسنگا پھونکنا۔

ب...... گھنٹی بجانا۔

ج آگ جلانا۔

لیکن آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کوئی شکل یا طریقہ پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ آخر کار اذان کے کلمات پڑھ کر بلانے کو پسند فرمایا۔

۲...... اسلام کا اصول یہ ہے کہ اذان پڑھنے والے شخص کو مسلمان تصور کیا جائے گا تا آنکہ اس کے برعکس ثابت ہو جائے۔ ابن عصام مزنی کے والد سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک فوجی مہم پر بھیجا اور فرمایا کہ جب تم کوئی مسجد دیکھو یا مؤذن کی اذان سنو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۱) یہی حدیث صحیح بخاری (ج ۱ ص ۸۶) پر حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے۔

۳...... ایک اور حدیث یوں مروی ہے: "عن انس ان النبی ﷺ کان یغیر عند صلوٰۃ الصبح وکان یستمع فاذاسمع اذانا امسک والااغار" ﴿نبی ﷺ دشمن پر نماز فجر کے وقت حملہ کرتے تھے۔ آپ غور سے سنتے تھے اور اگر آپ وہاں اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔﴾ (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۴، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۶۰ اردو ترجمہ)

پہلی حدیث میں مذکور آنحضرت ﷺ کی ہدایت اور اذان سننے پر حملہ نہ کرنے کے معمول کی وجہ یہ ہے کہ اذان سے اس امر کا ظن غالب ہوتا ہے کہ اس آبادی میں مقیم لوگ مسلمان ہیں اور وہ حملے سے محفوظ ہوں گے۔

اسی لئے فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جو شخص اذان پڑھتا ہے۔ اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ اگر لوگ کسی ذمی کے بارے میں یہ گواہی دیں کہ اس نے اذان دی ہے تو اسے مسلمان تصور کیا جائے گا۔ (البحر الرائق ج ۱ ابن نجیم ص ۲۷۹، رد المحتار ابن عابدین ج ۱ ص ۳۵۳)

ان آراء سے استدلال کرتے ہوئے مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ جو شخص اذان پڑھتا ہے اسے مسلمان تصور کیا جانا چاہئے۔ لیکن یہ دلیل درست نہیں ہے۔ کیونکہ مذکورہ حدیث کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ اذان کہنے سے کسی شخص کے حق میں اس کے مسلمان ہونے کا احتمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔لیکن یہ احتمال قطعی نہیں ہوتا۔ بلکہ غلط بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ آخرالامر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اذان پڑھنے والا شخص فی الواقع غیر مسلم ہے یا اس کے ایسے عقائد سامنے آجائیں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ غیر مسلم ہے۔تو اسے محض اس بناء پر اذان کہنے کا فائدہ اٹھانے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے استحقاق کا دعویٰ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔(رد المختار ج۱ص ۲۷۹) پر اس امر کی توضیح کی گئی ہے کہ کسی مسجد میں مؤذن کے اذان پڑھنے سے یہ غالب احتمال ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ کیونکہ اذان کہنے کی اجازت عموماً صرف مسلمان ہی کو دی جاتی ہے۔

یعنی اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو اس مسجد کے نمازی اسے اذان پڑھنے کی اجازت نہ دیتے۔ تاہم اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ کافر کی اذان درست نہیں ہے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف اذان کہنے سے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر وہ معمول کے مطابق ایسا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا عقیدہ رکھتا ہے۔تو اس کے اسلام کا احتمال قوی ہوگا۔

اب ہم مسٹر مجیب الرحمٰن کے استدلال پر بحث کرتے ہیں۔ انہوں نے مذکورہ بالا احادیث نبویہ اور قرآن کریم کی آیات نمبر ۴/۹۴ پر بنیاد رکھی ہے۔ یہ آیت یوں ہے:

"یـایھاالذین امنو اذاضربتم فی سبیل اللہ فتبیّنوا ولا تقولوا لمن القـی الیکم السلٰم لست مؤمنا، تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ، کـذلک کـنـتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا،ان اللہ کان بما تعملون خبیرا (النساء:۹٤)"

﴿اے ایمان والو! جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اس کو دنیوی زندگی کے سامان کی خاطر یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اللہ کے پاس بہت سامان غنیمت ہے۔تمہارا حال بھی پہلے ایسا ہی رہ چکا ہے۔ پھر اللہ نے تم پر فضل فرمایا پس تحقیق کرلیا کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔﴾

اس دلیل کا جواب خود آیت میں موجود ہے۔لفظ "فتبیّنوا" (پس اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو) ہے۔ مسلمانوں کی طرح سلام کرنے، "لا الـــہ الا اللہ" کہنے یا اذان پڑھنے یا مسجد ایسی عبادت گاہ میں نماز پڑھنے سے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔لیکن یہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر غلط ہونے کا ثبوت موجود ہو تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے مومن یا مسلم نہیں کہا جائے گا۔

پروفیسر طاہر القادری نے دلیل دی کہ کتاب اللہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرتی ہے۔ انہوں نے ان آیات قرآنیہ کے حوالے دیئے۔ آیات نمبر ۲۵/۱، ۴۱/۳۴، ۱۰۰/۵، ۳۵/۲۲، ۲۰/۵۹، ۳۴/۴، ۵۷/۱۴ اور ۳۲/۱۸ مسلم اور مؤمن کی تعریف کر دی گئی ہے اور ان کی صفات بیان کر دی گئی ہیں۔ جیسے باطل کو حق کا نام دینا اور شر کو خیر قرار دینا ناممکن ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک غیر مسلم کو مسلمان کہنے یا اس کے برعکس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ایک معروف حدیث مروی ہے کہ جو کسی ایسے شخص کو کافر کہے جو کافر نہیں ہے۔ تو یہ کفر غلط الزام لگانے والے پر لوٹ آئے گا۔ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ایک غیر مسلم کو مومن یا مسلم کہا جائے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے تسلیم کیا کہ اذان مسلمانوں کا شعار ہے لیکن کہا کہ یہ قادیانیوں کا بھی شعار ہے اور جب یہ دونوں کا یکساں شعار ہے تو پھر یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات نمبر ۲/۵ اور ۶۴/۳ کے مطابق طے کیا جائے گا۔ دونوں آیات کریمہ درج ذیل ہیں۔

"یایها الذین امنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدی ولا القلائد ولا امین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربهم ورضوانا، واذا حللتم فاصطادوا، ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله، ان الله شدید العقاب. (المائدہ:۲)" ﴿اے ایمان والو! اللہ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو، نہ محترم مہینوں کی اور نہ قربانیوں کی اور نہ پٹے بندھے ہوئے نذر کے جانوروں کی اور نہ بیت اللہ کے عازمین کی جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طالب بن کر نکلتے ہیں اور جب حالت احرام سے باہر آ جاؤ تو شکار کرو اور کسی قوم کی دشمنی، کہ اس نے تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے، تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔ اور تم نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور تعدی میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت پاداش والا ہے۔﴾

"قل یاهل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله، فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون (آل عمران:٦٤)" ﴿کہہ دو اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوا رب ٹھہرائے اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔﴾

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس آیت کے الفاظ "تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم" ﴾ کا ترجمہ پکتھل نے "اس معاہدے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے" کیا ہے۔ یہ ترجمہ درست نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں کسی معاہدے کا تذکرہ نہیں بلکہ ایسی چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو دونوں میں یکساں مشترک ہے تاہم مولانا فتح محمد کا اردو ترجمہ بالکل صحیح ہے اور اوپر دیئے گئے ترجمہ میں اس کی عکاسی کی گئی ہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن کا استدلال یہ ہے کہ جو امر قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مستحسن اور مشترک ہو اس میں مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ وہ دونوں کے درمیان "کلمة سواء" ہے۔ "کلمة سواء" کی تفسیر کے لئے انہوں نے (مدارک التنزیل ج اول ص ۲۲۲) کا حوالہ دیا کہ "کلمة سواء" یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان ایسا یکساں مشترک امر جس کے بارے میں قرآن، تورات اور انجیل میں اختلاف موجود نہیں ہے اور "کلمة" کی تفسیر خود یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔) امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ "کلمة سواء" سے مراد صرف خدائے واحد کی عبادت کرنا ہے۔ کیونکہ یہ تمام انبیاء کی مشترک دعوت تھی۔

(تفسیر ابن کثیر اردو ج اول ص ۶۷)

امام سیوطی کی الدر المنثور (ج ۲ ص ۴۰) میں ہے کہ "کلمةٍ سواءٍ" سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" ﴿اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔﴾ ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ "کلمة سواء" کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں کو مل جانا چاہئے۔ اس سے مسٹر مجیب الرحمٰن نے یہ استنباط کیا ہے کہ ایسے امر کو قابل سزا جرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

قرآن پاک کی سورہ نمبر ۴۱ آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد ہوا ہے: "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین (حم سجدہ:۳۳)" ﴿اور اس سے بڑھ کر اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔﴾

قرطبی کے مطابق اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب مؤذن اذان پڑھتا اور مسلمان نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو یہودی ان پر طنز کرتے اور مؤذن کے بارے میں نازیبا کلمات بولتے تھے۔ اس لئے اس آیت میں اذان کو "احسن قول" ﴿بہترین بات یا سب سے اچھی بات۔﴾ فرمایا گیا۔ (قرطبی ج ۶ ص ۲۲۴،۲۲۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ کسی غیر مسلم کی اذان، اذان شمار نہیں ہوگی اور اس لئے اس پر "بہترین بات" کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اس آیت میں ایک مومن یا مسلم کی تعریف کی گئی ہے۔ جس سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ اذان "احسن قول" ﴿بہترین بات﴾ صرف اس وقت شمار ہوگی جب اسے کوئی مسلمان پڑھے۔ کیونکہ اس کا صحیح حق یہی ہے کہ اسے ایسا شخص پڑھے جو عمل صالح اور مسلمانوں کے عقیدے کا حامل ہو۔

عدالت کے سامنے قرآن کریم کی آیت نمبر ۲/۵ کے شان نزول کے بارے میں اختلاف کا اظہار کیا گیا تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا اس آیت میں شعائر اللہ سے مراد مشرکین کے امتیازی نشانات یا خصوصیات ہیں یا مسلمانوں کی؟ مسٹر مجیب الرحمٰن نے مفسرین کی آراء سے اس نقطہ نظر کی تائید میں حوالے پیش کئے کہ اس آیت میں شعائر سے مراد مشرکین کے امتیازی نشانات ہیں جبکہ مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے ان کے مخالف آراء کا سہارا لیا۔ پیر محمد کرم شاہ، جواب سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے جج ہیں، اپنی معروف تفسیر ضیاء القرآن میں مسٹر مجیب الرحمٰن کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔

کچھ آراء ایسی بھی ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے دلیل دی کہ آیت کا یہ حصہ "لا تحلو اشعائر الله" ہرگز منسوخ نہیں ہوا۔

اس اختلاف میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس آیت کا تعلق حج کے موقع پر قربانیاں لانے اور انہیں منیٰ میں ذبح کرنے سے متعلق غیر مسلموں کے شعائر سے بھی ہو، تو آیت نمبر ۹/۲۸ میں ایک مختلف حکم دیا گیا تھا۔ یہ آیت کریمہ حسب ذیل ہے:

"یایها الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا، وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله ان شاء، ان الله علیم حکیم (التوبه:۲۸)" ﴿اے ایمان والو! یہ مشرکین بالکل نجس ہیں تو یہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ پھٹکنے پائیں۔ اور اگر تمہیں غربت کا اندیشہ ہو تو اللہ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو مستغنی کر دے گا۔ بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔﴾

مشرکین کو کعبہ کے قریب پھٹکنے سے روک دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اس حکم الٰہی کے نفاذ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ حکم دے کر مکہ روانہ کیا کہ آئندہ غیر مسلموں کو حج سے منع کر دیا جائے۔

اس حکم میں مشرکین کو کعبے میں اپنے شعائر کی ادائیگی سے روک دیا گیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ کے حکم سے انہیں حج اور زیارت کے شعائر سے منع کر دیا گیا۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۱۸۶ حاشیہ ۲۵)

اس سے یہ بدیہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کسی غیر مسلم کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ شعائر اسلام کو اختیار کرے۔ کیونکہ شعائر کا مفہوم یہ ہے کہ امت کی ایسی خصوصیات یا امتیازی نشانات جن سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر کوئی اسلامی ریاست برسر اقتدار ہونے کے باوجود غیر مسلموں کو ایسے شعائر اسلام اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جن سے امت مسلمہ کی امتیازی حیثیت متاثر ہوتی ہے تو یہ اس ریاست کی غفلت اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکامی شمار ہوگی۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی کھلی اجازت دے دینا شعائر اسلام سے غیر قانونی سلوک کے مترادف ہے۔ اس لئے ان کی ممانعت کر دینا اشد ضروری ہے۔ مندرجہ بالا آیت نمبر ۹/۲۸ اور اس کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون سازی کے اختیارات میں غیر مسلموں کو شعائر اسلام اختیار کرنے کی ممانعت کر دینا شامل ہے اور یہ بھی! اسلامی ریاست کے تشریعی اختیارات میں شامل ہے کہ وہ ایسے غیر مسلموں کو سزا دے جو شعائر اسلام اختیار کرنے سے باز نہیں رہتے۔ زیر بحث آرڈی ننس میں یہی سزا دی گئی ہے۔ اس سے مسٹر مجیب الرحمٰن کے تعزیر کے بارے میں دلائل کا احاطہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں مسٹر مجیب الرحمٰن نے درج ذیل نکات پیش کئے۔

۱...... اگر اذان شعار اسلام ہے اور یہی شعار غیر مسلموں میں مشترک ہو تو کیا غیر مسلموں کو اس سے روک دیا جائے گا۔

۲...... کیا "کلمة سواء" کے بارے میں حکم کے مطابق یہ لازمی نہیں ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم اس میں اکٹھے شریک رہیں؟

۳...... کیا "احسن قول" (بہترین بات) کو پڑھنا قابل سزا جرم قرار دیا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات پہلے دیئے جا چکے ہیں اور اب ان کا خلاصہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ آیت نمبر ۹/۲۸ اور اس سے اخذ کردہ قوانین کی روشنی میں غیر مسلموں کو ایسے شعائر کی ادائیگی کی ممانعت کی جا سکتی ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مشترک ہوں۔ "کلمة سواء" مختلف معاملات کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن پہلے سوال کے جواب کی وجہ سے دوسرا سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ تاہم اس امر پر زور دیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ کفار بھی طواف کرتے تھے۔ لیکن جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے خانہ کعبہ کا انتظام سنبھال لیا تو انہیں اس سے روک دیا گیا۔ یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ کسی غیر مسلم کی اذان پر احسن قول کا اطلاق نہیں ہوتا اور اگر پہلے سوال کے جواب کی رو سے کسی شخص پر ایسے شعائر کی ادائیگی کی پابندی لگائی جا سکتی ہے تو اسے اس پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دینے کا حکم بھی دیا جا سکتا ہے۔

جب قادیانی قادیان میں تھے اور وہاں ان کی اکثریت تھی اور انہیں کافی قوت حاصل تھی تو ان کا اپنا طرز عمل بہت مختلف ہے۔ قادیانیوں نے مسلمانوں کو خود ان کی اپنی مساجد میں اذان دینے سے روک دیا تھا۔ احرار نے قادیان میں مسلمانوں کی مساجد میں اذان کہنے کے لئے کچھ رضا کار بھیجے تو قادیانیوں نے ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور ان سب کو کئی زخم لگائے اور وہ ہسپتالوں میں بستروں پر پڑے رہے۔ (تحریک ختم نبوت ۱۸۹۱ء۔۱۹۷۴ء از شورش کشمیری ص ۷۸)

یہ انگریز سرکار کے دور میں وحشیانہ قوت کے بل بوتے پر ہوا ہوگا۔ یہ اس امر کی مثال ہے کہ جس چیز کو وہ اپنا شعار (امتیازی نشان) خیال کرتے تھے۔ اسے انہوں نے مسلمانوں کے لئے عملاً غیر قانونی قرار دے دیا تھا۔ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ برسر اقتدار اکثریت کی جانب سے ایسی پابندی قانونی ہوگی۔

ان کی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے پر پابندی کے خلاف مسٹر مجیب الرحمٰن کی دلیل یہ تھی کہ قرآن کریم کی رو سے مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ ایسے لوگوں کی عبادت گاہوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو اب غیر مسلم ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا گزشتہ ۱۴۰۰ سال میں کبھی بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دیا گیا ہے، تو ان کا جواب نفی میں تھا۔ لیکن چند دنوں کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ کم از کم کراچی میں یہودیوں کی ایک ایسی عبادت گاہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس پر "مسجد بنی اسرائیل" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس تحریر کی تصاویر پیش کی جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں کا معبد ہے۔ اس کا ترجمہ کسی نے "مسجد بنی اسرائیل" کر دیا ہے۔ ایسا نام یہودیوں میں عام طور پر رائج نہیں ہے۔

یہ مسئلہ کہ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کے علاوہ دوسروں کی عبادت گاہ کو مسجد کہا گیا ہے۔ نکتے سے غیر متعلق ہے۔ ابتداء یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے ہی اسلام دین الٰہی چلا آ رہا ہے۔ اگر کسی اور نبی کی امت کے لوگوں، جو اس وقت کے دین اسلام کے پیروکار تھے، کی عبادت گاہوں کے لئے مسجد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو بھی مسجد ہی کا نام دیا جائے گا۔ نکتہ یہ ہے کہ گزشتہ ۱۴۰۰ سال میں یہ نام صرف مسلمانوں ہی کی عبادت گاہوں کے لئے مخصوص رہا ہے اور یہ رواج صرف انہی میں رہا ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں مساجد کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اب یہی لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کے فنی مفہوم میں سمجھا جاتا ہے (دیکھئے العلاقات الدولیۃ فی الاسلام ص ۲۰۲) اس کی روشنی میں تو عیدگاہ بھی مسجد نہیں ہے۔

قرآن کریم کی آیت نمبر ۲۲/۴۰ کا حوالہ دیا گیا ہے، جو یہ ہے:

"الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ، ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (الحج: ٤٠) " ﴿وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بے قصور محض اس بناء پر نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو، ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، ڈھائے جا چکے ہوتے اور بیشک اللہ ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کے لئے اٹھیں گے، بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔﴾

استدلال کیا گیا تھا کہ تمام ادیان کی عبادت گاہوں کو حاصل تقدس کی بناء پر کسی شخص کو اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے سے نہیں روکا جا سکتا۔ تاہم قرطبی نے واضح کیا ہے کہ عبادت گاہوں کے مذکورہ ناموں میں سے خانقاہوں، گرجوں، کیلسوں کا تعلق غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور استھانوں سے ہے۔ جبکہ مساجد کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے تذکرے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱۲ ص ۷۲)

لیکن اگر یہ فرض کر لیں کہ مسجد کا لفظ ان لوگوں کی عبادت گاہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد غیر مسلموں کے زمرے میں آتے ہیں۔ تو پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسجد کا لفظ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ کے لئے استعمال ہوا ہے جو اس وقت مسلمان ہی تھے۔

اس حدیث کی روشنی میں جس کا ذکر پہلے اذان کی بحث میں کیا جا چکا ہے۔ مسجد کو بھی اسلام کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ جہاں مسجد پائی جائے وہاں قتل کرنے سے منع کر دیا گیا۔ کیونکہ مسجد اسلام کا امتیازی نشان یا شعار ہے۔ جو شخص اس میں نماز پڑھتا ہے وہ مسلمان قرار پائے گا الا یہ کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے خلاف ثبوت مل جائے۔

سورہ توبہ کی آیات ۱۷ اور ۱۸ اس مسئلے کا حل پیش کرتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

"ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللّٰہ شاهدین علی انفسهم بالکفر، اولئك حبطت اعمالهم وفی النار هم خٰلدون۔ انما یعمر مسجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الاخر واقام الصلوٰة واتی الزکوٰة ولم یخش الا اللّٰہ فعسی اولئك ان یکونوا من المهتدین" ﴿مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مساجد کا انتظام کریں، درانحالیکہ وہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں۔ ان لوگوں کے سارے اعمال برباد گئے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے تو یہی ہیں۔ اللہ کی مساجد کا انتظام کرنے والے تو صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہوں اور زکوۃ دیتے ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔ یہ لوگ توقع ہے کہ ہدایت یافتہ بنیں۔﴾

اس مسئلے میں اختلاف رائے موجود ہے کہ کیا غیر مسلم یا مشرکین مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ تعمیر کے بارے میں مسلمہ اصول یہ ہے کہ مسجد خواہ غیر مسلم نے تعمیر کی ہو اسے مسلمانوں کی عبادت گاہ کے طور پر ہی استعمال ہونا چاہئے۔ البتہ داخل ہونے کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ مالکی اور حنبلی انکے مسجد میں داخلے کے خلاف ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک مسجد الحرام کے سوا باقی مساجد میں انتظامیہ کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔ حنفیہ کے ہاں وہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے منافقین کو مسجد سے نکال دیا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے چند اشخاص جو نماز کیلئے جماعت میں بیٹھے تھے، کا نام لے کر انہیں مسجد سے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ منافق تھے۔

(روح المعانی آلوسی ج ۲ ص ۱۰)

اس بحث کو معروف احمدی سر ظفر اللہ خان کی رائے پر ختم کیا جاتا ہے کہ "اگر احمدی غیر مسلم ہیں تو پھر ان کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

(تحدیث نعمت ص ۱۶۲)

انہوں نے مسئلے کو بالکل درست پیش کیا ہے۔ لیکن آرڈی ننس قادیانیوں کو صرف اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام رکھنے یا پکارنے سے روکتا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ قابل اعتراض امر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے شریعت کے مقصد کو فروغ ملتا ہے۔

ارتداد کے اصول کی موجودگی میں اسلامی ریاست میں دیگر مذاہب کی اشاعت کا حق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر محدود نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

”یایھا الذین امنوا من یرتدمنکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین یجاھدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم، ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله واسع علیم (المائدہ:٥٤)“ ﴿اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا، تو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں وہ جلد ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مسلمانوں کے لئے نرم مزاج اور کافروں کے مقابل میں سخت ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہے بخشے گا اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور علم والا ہے۔﴾

”ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وھوکافر فاولئك حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرة واولئك اصحب النار، ھم فیھا خلدون (البقرہ:٢١٧)“ ﴿اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا اور حالت کفر میں مر جائے گا تو یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ دوزخ میں پڑنے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔﴾

اس مسئلے کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تمام مذاہب کی یہ مسلمہ روایت رہی ہے کہ کسی شخص کی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں تبدیلی اس کے ہم مذہب افراد کی نگاہوں میں دشمنی سے کم شمار نہیں ہوتی۔ اس کی مناسب مثال اچھوتوں کے اجتماعی قبول اسلام پر ان سے ہندوؤں، جن میں نام نہاد سیکولر ریاست کے حکمران شامل ہیں، کی عداوت و مخاصمت ہے۔

ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں ایسی تبدیلی غالباً اس مذہبی جماعت کے لئے باعث انتشار ہوتی ہو۔ قادیانی لٹریچر میں بھی اگر کوئی مسلمان قادیانی ہو جائے اور پھر دوبارہ اسلام قبول کرے تو وہ مرتد شمار ہوتا ہے اور ایک غیر مسلم ہی کی طرح عذاب جہنم کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ان حالات میں یہ قرار دینا مشکل ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو یہ بنیادی حق دیتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی غیر مشروط تبلیغ کرتے رہیں۔

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ خلیفہ یا بادشاہ کے دربار میں کسی مذہب کی برتری پر مباحثے منعقد ہوتے تھے۔ جن میں مسلمان اور غیر مسلم علماء دین برابر شرکت کرتے۔ لیکن

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان واقعات کو اس امر کی مؤثر دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ کسی کا مسلمہ حق ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر کے انہیں غیر مسلم بناتا رہے۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں، کہ اسلام، غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق دیتا ہے، قرآن کریم کی کسی آیت، حدیث نبوی یا کسی فقیہہ کے قول سے براہ راست استدلال نہیں کیا۔

انہوں نے کہا کہ قرآن کی رو سے تبلیغ ایک فریضہ ہے اور اس فریضے کی تکمیل اس سے ہوتی ہے کہ کافر کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیت ۲/۱۷۰ کا حوالہ دیا:

"واذاقیل لهم اتبعوا ماانزل الله قالوا بل نتبع ماالفینا علیه اٰبائناء اولوکان اباء هم لایعقلون شیئا ولایهتدون (البقرة:۱۷۰)" ﴿اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ خدا کی اتاری ہوئی چیز کی پیروی کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اس صورت میں بھی جب کہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے رہے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر رہے ہوں۔﴾

اور کہا کہ یہ آیت آباء واجداد کی اندھی پیروی کی مذمت کرتی ہے۔ انہوں نے آیات نمبر ۲/۱۱۲، ۵/۱۰۵، ۲۶/۱۷۷ تا ۵۷ اور ۴۳/۲۱ کا بھی حوالہ دیا اور کہا کہ آیات کے یکجا مطالعے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جب حضور ﷺ کفار کو سچے پیغام کی تبلیغ فرماتے تو ان کا یہی جواب ہوتا کہ ہمارے لئے ہمارے آباؤ اجداد ہی کافی ہیں۔ خواہ ان کے آباء واجداد عقل وہدایت سے عاری تھے۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ ہر دو قسم کے دلائل یعنی آفاقی اور انفسی کو اختیار کرتے ہوئے نظریہ تقلید پر اس زور کو ختم کر دیا جائے۔

آفاقی دلائل کا تعلق نظام قدرت، ارض وسماء کی تخلیق اور دن رات کی گردش وغیرہ ان مظاہر قدرت سے ہے۔ جن کا تذکرہ قرآن کریم نے کر دیا ہے۔ انہیں اس نظام کے حسن وجمال اور عمدہ نظم پر متوجہ کرتے ہوئے قائل کیا جائے کہ دو خداؤں کی موجودگی میں یہ ناممکن ہوتا۔ انفسی دلائل کا مفہوم یہ ہے کہ وہ زندگی کے مختلف مراحل کی تخلیق میں تامل وتدبر کریں گے تو اس حقیقت کو پالیں گے کہ انسان کی تخلیق صرف ایک خدا کا عمل ہے۔ یہی وہ انداز ہے جسے اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔

"ادع الی سبیل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هی احسن (النحل:۱۲۵)" ﴿اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث کرو جو پسندیدہ ہے۔﴾ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ اصل چیز حجت ہے:

"ولكن ليقضي الله امرا كان مفعولا، ليهلك من هلك عن بيّنة ويحيىٰ من حيي عن بيّنة (الانفال:٤٢)" ﴿اور تا کہ اللہ اس امر کا فیصلہ فرمادے جس کا ہونا طے ہو چکا تھا۔ تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے حجت دیکھ کر ہلاک ہو اور جسے زندگی حاصل کرنی ہے وہ حجت دیکھ کر زندگی حاصل کرے۔﴾

آخر میں انہوں نے آیات نمبر ۱۴۸/۶، ۷۵/۲۸، ۱۵۶/۳۷، ۱۵۷، ۶۴/۲۷، ۲۴/۲۱ اور ۱۱۱/۲ کا حوالہ دیا۔ ان آیات کے متعلقہ حصے یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

"قل هل عندكم من علم فتخرجوه لنا (الانعام:١٤٨)" ﴿پوچھو تمہارے پاس ہے اس کا کوئی علم کہ تم اس کو ہمارے سامنے پیش کر سکو۔﴾

"ام لكم سلطن مبين، فاتوا بكتبكم ان كنتم صدقين (الصفت: ١٥٦، ١٥٧)" ﴿کیا تمہارے پاس کوئی واضح حجت ہے۔ پس پیش کرو تم اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔﴾

"فقلنا هاتواء برهانكم (القصص:٧٥)" ﴿پس ہم کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو۔﴾

"قل هاتوا برهانكم (الانبياء:٢٤)" ﴿ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کرو۔﴾

"قل هاتوا برهانكم (النمل :٦٤)" ﴿کہو کہ تم اپنی دلیل لاؤ۔﴾

"قل هاتوا برهانكم (البقرة:١١١)" ﴿تم کہو اپنی دلیل پیش کرو۔﴾

انہوں نے ان آیات کی توضیح کے لئے متعدد تفاسیر کے حوالے پیش کئے۔ انہیں یہاں نقل کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ ان آیات کے معانی بالکل واضح ہیں کہ مسلمان مشرکین اور غیر مسلموں سے ان کے پختہ عقائد کے بارے میں حجت طلب کر سکتے ہیں۔

لیکن مسٹر مجیب الرحمٰن کا استدلال یہ ہے کہ اس سے غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کر کے انہیں مرتد بنانے کا حق ملتا ہے۔

ہم ادنیٰ سے ادنیٰ امکان کی حد تک بھی اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

یہ تمام آیات اسلام کی دعوت و تبلیغ کے اصولوں اور اس کے اسلوب اور طریقہ کار سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہیں۔ اصول یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے اسلام کی دعوت پر گفتگو کرتے ہوئے مسلمان کو نہایت شائستہ اور نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے اور نہ صرف اسلام کے تمام اچھے نکات کو معقول اور مدلل طریقے سے پیش کرنا چاہئے بلکہ غیر مسلم کو یہ موقع دینا چاہئے کہ وہ بھی اپنے دین کے اچھے پہلوؤں کے بارے میں اس کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ یہ ضروری ہے کہ غیر مسلم کو اپنے دین کے بارے میں اپنا موقف کھل کر بیان کرنے دیا جائے تا کہ مسلمان اس کی تردید کر سکے اور دیگر مذاہب کے تخیلاتی فلسفے پر اسلام کی برتری کو ثابت کر سکے۔

درحقیقت قرآن دو افراد کے درمیان اس قسم کی آزادانہ بحث ہی کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ وہ جیسا کہ "ھاتوا برھانکم" (اپنی دلیل پیش کرو) سے ظاہر ہے، مسلمان سے کہتا ہے کہ غیر مسلم کو چیلنج دو کہ وہ اپنے عقیدے کی صداقت کے دلائل سامنے لائے۔ درحقیقت یہ اس امر کا اشارہ ہے کہ غیر مسلم ایسے دلائل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

دیکھئے (المراغی ج ا ص......) کہا گیا ہے "فھو فی عرف التخاطب تکذیب" خطاب کے عرف میں یہ انہیں جھوٹا قرار دینے کی ایک شکل ہے۔ یہ قطعی بات ہے کہ قرآن کریم کے دلائل ناقابل تردید ہیں۔ کفر کی تائید میں کوئی دلیل پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس سے اس امکان کی نفی ہو جاتی ہے کہ مسلمان، غیر مسلم کے اپنے مذہب کے حق میں دلائل سے متاثر ہو کر مرتد ہو جائے گا۔ یہ آیات تبلیغ کی صرف اس صورت پر چسپاں ہوتی ہیں جو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے کی جائے۔ ان آیات کا رخ موڑ کر انہیں غیر مسلموں کے اس دعوے کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے قرآن کریم، سنت رسول اللہ ﷺ یا ان کی تفاسیر و شروح میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس میں غیر مسلموں کے حق کو تسلیم کیا گیا ہو کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تشہیر و تبلیغ کریں۔ یہ آیات اور ان کی تفاسیر اس دعوے کی تائید نہیں کرتیں کہ غیر مسلموں کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تشہیر و تبلیغ کریں۔ اس کے باوجود اسلامی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے۔ جیسا کہ آئین کی دفعہ ۲۰ میں دی گئی ہے۔ تاہم یہ اجازت صرف اس صورت میں دی جا سکتی ہے کہ جب غیر مسلم، غیر مسلم کی حیثیت سے تبلیغ کریں نہ کہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے، یہ مقننہ کا کام ہے کہ وہ دیگر شرائط وضع کرے۔

مولانا مودودی نے اپنی کتاب اسلامی ریاست کے صفحات ۵۸۲ تا ۶۰۲ پر اقلیتوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقوق پر مفصل بحث کی ہے اور ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لئے مواد چھاپنے کے حق میں بھی بیان کیا ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اس امر کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ کسی مسلمان کو انفرادی طور پر کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ کی جائے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان اپنا دین بدلنے کا مجاز نہ ہوگا۔

مسٹر مجیب الرحمٰن نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اس اعلان سے بھی حوالے پیش کیے جو ۱۹۴۸ء میں منظور ہوا تھا جس دفعہ کا انہوں نے ذکر کیا تھا وہ یوں ہے:

''(دفعہ ۱۸) ہر شخص کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ہمراہ یا عوام میں یا نجی طور پر، اپنے مذہب یا عقیدے کو، تعلیم، عمل، عبادت اور رسوم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔''

اس چارٹر میں کسی ملک کے شہریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کا حق دینے کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔ آخر میں اسلامک کونسل کے شائع کردہ دو رسالوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ پہلا ''انسانی حقوق کا منشور'' ہے اور دوسرا ''مثالی اسلامی آئین'' ہے۔ ان دونوں رسالوں میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے احکام کی روشنی میں وضع کردہ انسانی حقوق میں عموماً وہ انسانی حقوق شامل ہیں جو اقوام متحدہ نے منظور کیے ہیں۔ تاہم کئی حقوق زیادہ ہیں۔ مثلاً انصاف کا حق، طاقت کے غلط استعمال کے خلاف تحفظ کا حق، پناہ کا حق، اقلیتوں کے یہ حقوق کہ ان کے شخصی معاملات ان کے اپنے شخصی قوانین کے مطابق طے کیے جائیں گے۔ عوامی امور کے نظم وانتظام میں شرکت کے حقوق وفرائض، کارکنوں کے مرتبے، وقار اور سماجی تحفظ کے حقوق وغیرہ۔

رسالہ ''انسانی حقوق کا عالمی منشور'' کے پیراگراف ۱۲ اور ۱۳ عقیدے، سوچ اور تقریر کی آزادی کے حق اور مذہب کی آزادی کے حق سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں یہاں درج کیا جاتا ہے۔

''۱۲، (الف) ہر شخص کو اس وقت تک اپنے خیالات اور عقائد کے اظہار کا حق حاصل ہے جب تک وہ قانون میں بیان کردہ حدود میں رہتا ہے۔ تاہم کوئی بھی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ جھوٹ کی اشاعت کرے یا ایسی اطلاعات پھیلائے جو عوامی مذاق کو مشتعل کریں یا تہمت تراشی کرے یا دوسرے لوگوں پر طعن وتشنیع کرے یا ان پر ہتک آمیز الزامات لگائے۔

ب...... علم کی جستجو اور حق کی تلاش ہر مسلمان کا نہ صرف حق ہے بلکہ فرض یہ ہے۔

ج...... یہ ہر مسلمان کا حق اور فرض ہے کہ وہ ظلم کے خلاف (قانون کی طے کردہ حدود کے اندر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہوئے) احتجاج اور جدوجہد کرے، خواہ اس میں ریاست کے حاکم اعلیٰ کو چیلنج کرنا شامل ہو۔

د...... اطلاعات کی اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہوگی بشرطیکہ اس سے معاشرے یا ریاست کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو اور یہ قانون کی طرف سے عائد کردہ حدود کے اندر محدود ہو۔

ھ...... کوئی شخص دوسروں کے مذہبی عقائد کی توہین یا تضحیک نہیں کرے گا یا ان کے خلاف عوام میں عداوت نہیں پھیلائے گا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے۔

۱۳...... ہر شخص کو ضمیر اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت کی آزادی کا حق حاصل ہے۔

اسی طرح رسالہ ''مثالی اسلامی آئین'' کی دفعات ۸ اور ۱۶ اقلیتوں کے مذہبی حقوق سے متعلق ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

(۸) ہر شخص کو اپنے خیالات، آراء اور عقائد کا حق حاصل ہے اور اسے ان کے اظہار کا حق اس وقت تک حاصل ہے جب تک وہ قانون کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتا ہے۔

(۱۶) (الف) مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے۔

ب...... غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔

ج...... شخصی قوانین کے معاملات میں اقلیتوں پر ان کے اپنے قوانین اور روایات نافذ ہوں گے الا یہ کہ وہ خود یہ پسند کریں کہ ان پر شریعت نافذ ہو۔ فریقوں کے درمیان تنازعہ میں شریعت نافذ ہوگی۔

قابل توجہ امر یہ ہے کہ کسی کے مذہب کی تبلیغ کے حق کو اقلیتوں کے انسانی حقوق میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ اس بیان کے عین مطابق ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

آئین کی دفعہ ۲۰ پاکستان کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب کو ماننے، عمل کرنے اور اشاعت کرنے کا حق دیتی ہے۔ لیکن یہ حق قانون، امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ اس کا بیان یوں ہوا ہے:

''قانون، امن عامہ اور اخلاق کے مطابق:

الف...... ہر شہری کو اپنا مذہب ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کا حق حاصل ہوگا۔

ب...... ہر مذہبی جماعت اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، دیکھ بھال کرنے اور چلانے کا حق ہوگا۔

جیندر کشور کے مقدمے پی ایل ڈی ۱۹۵۷ء ایس سی صفحہ ۹ میں سپریم کورٹ کو ۱۹۵۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۸ کی اسی نوع کی عبارت کی تشریح کرنے کا موقع ملا تھا۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانون کے مطابق کے الفاظ مقننہ کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ جو آئین نے ایک ہاتھ سے دیا ہے وہ اسے دوسرے ہاتھ سے واپس لے لے اور اس حق کو صرف نظام کے تحت لایا جاسکتا ہے۔ لیکن چھینا نہیں جاسکتا۔ جناب جسٹس محمد منیر چیف جسٹس (ریٹائرڈ) نے اس بارے میں یہ رائے دی:

''جب امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو تو قانون کے ذریعے سے منضبط کرنے کی گنجائش کو اس قدر تنگ نہیں کیا جاسکتا۔''

دفعہ ۲۰ بھی قانون اور امن عامہ کے تابع ہے اور تبلیغ کا حق اسی کے تابع ہے۔

مرزا غلام احمد کے دعوؤں اور ان کے ارتقائی رجحان کے تاریخی تجزیے میں یہ امر پہلے واضح ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد کے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے کے فوراً بعد ہی برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں میں بے چینی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے بالکل درست اپنے خدشات کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ نبوت کی طرف پہلا قدم ہے۔ مرزا صاحب نے اس کی تردید کرنے میں ہوشیاری دکھائی اور دعویٰ کیا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور ان کی رائے میں کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کفر سے کم نہیں ہے۔

اور جب ۱۸۹۰ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو مسلمانوں کی بے چینی، غم وغصے اور عداوت میں اضافہ ہوا۔ یہ مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے قادیانی لٹریچر سے واضح ہوتا ہے کہ جب وہ مختلف شہروں میں جاتے تو مسلمان ان کی قیام گاہ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ علماء بھی سخت مشتعل تھے۔

۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کے صاف دعویٰ نبوت کی وجہ سے یہ اشتعال اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

قیام پاکستان کے بعد اس مسئلے پر ایسا احتجاج ہوا کہ اس کو دبانے کے لیے ۱۹۵۳ء کا مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔ تاہم یہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو خاموش کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا جسے علماء نے اپنے ۲۲ نکاتی پروگرام میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور اقلیتی حیثیت دینے کے لئے پیش کیا تھا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے علی الرغم احتجاج جاری رہا۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں مسلمان عوام کے نمائندوں کو، قادیانی گروہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد تک قادیانیوں کی مکمل سماعت کرنے کے بعد (دوسرا ترمیمی) آئینی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۴ء منظور کرنا پڑا اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ایک تعریف کا اضافہ کرنا پڑا۔ جس کی رو سے دونوں معروف گروہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور دفعہ ۱۰۶ میں ایک ترمیم کے ذریعے انہیں پاکستان کی دوسری اقلیتوں مثلاً عیسائیوں، پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے مساوی مقام دے دیا گیا۔

اس اعلان کے نتیجے میں، جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبے پر منظور ہوا تھا، قادیانیوں کے لئے روا، نہ تھا کہ وہ خود کو مسلمان کہتے یا اپنے تصور کے اسلام کی حقیقی اسلام کے طور پر اشاعت کرتے، لیکن انہوں نے آئینی ترمیم کا بالکل احترام نہ کیا اور اپنے عقیدے کو پہلے کی طرح اسلام قرار دیتے رہے۔ وہ اپنی کتابوں اور رسالوں وغیرہ کی اشاعت کے ذریعے نیز انفرادی طور پر مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی آزادانہ تبلیغ کرتے ہوئے غیض و غضب کا باعث بنتے رہے۔

اس سے لازماً اور واضح طور پر امن و امان کی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ یہ سلسلہ موجودہ آرڈیننس کے پاس اور نافذ ہونے تک جاری رہا۔ ان حالات میں یہ آرڈی ننس، دفعہ ۲۰ کے قانون اور امن و امان کے تحفظ کے تابع ہونے کے استثناء میں شامل دکھائی دیتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر ان دونوں پٹیشنز میں کوئی وزن نہیں ہے اور انہیں خارج کیا جاتا ہے۔ اس فیصلے کو ختم کرنے سے پہلے ہم مسٹر مجیب الرحمٰن پٹیشنر اور مسٹر ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ برائے وفاقی حکومت کی جانب سے دی گئی معاونت کے لئے اپنی گہری قدردانی کو ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔ مسٹر گیلانی کی مقدمے کی تیاری اور پیشکش قابل تعریف تھی۔

چیف جسٹس

جج نمبر ۲...... جج نمبر ۳...... جج نمبر ۴

اسلام آباد۔ ۲۹ / اکتوبر ۱۹۸۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

مرزائی کافر و مرتد، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

مورخہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ اپریل ۱۹۷۴ء کو مکہ مکرمہ میں عالمی اسلامی تنظیموں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پوری دنیا کی اسلامی تنظیموں کے سربراہوں، علماء و مشائخ نے شرکت کر کے یہ فیصلہ دیا۔ ترجمہ:

۱...... ''تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کریں۔

۲...... اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کریں اور ان کے اس جرم کی وجہ سے مقامات مقدسہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

۳...... قادیانیوں سے عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ ان سے ہر طرح کافروں جیسا سلوک کیا جائے۔

۴...... تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے ہر قسم کے ذرائع و وسائل پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کے لئے کلیدی اسامیوں پر ملازمتوں کا دروازہ بند رکھا جائے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی فراخ دلی سے کام نہ لیا جائے۔

۵...... قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شعار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سد باب کیا جائے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰۳۰۱۹۱۰۰۴۱۵۹

ملفوظ

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

امیر سوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ایک جلسہ میں دوران تقریر فرمایا: ”دیکھو! میں اپنی عمر کے آخری پیٹے میں ہوں، بوڑھا ہو گیا ہوں، شاید جدائی کا وقت قریب ہو، میں آپ دوستوں سے ایک ہی درخواست کرنا چاہتا ہوں، شاید آپ اس پر عمل کر کے میری قبر ٹھنڈی کریں۔

سرکاری حکام اور ارباب حل وعقد کو میری وصیت ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے وفادار بن کر رہیں اور کسی عہدہ کے لالچ یا دنیا کی عارضی عزت کے بدلے جناب رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت کی مدد یا حوصلہ افزائی نہ کریں، ورنہ ان کا حشر وہی ہوگا جو ان سے پہلے ان حکام کا ہو چکا ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا عہد وفا توڑ دیا اور دشمنان عقیدۂ ختم نبوت کے ہاتھ مضبوط کئے۔

عام لوگوں سے میری درخواست ہے کہ ایک وقت آ سکتا ہے جب عقیدۂ ختم نبوت کا نام لینا جرم بن جائے گا، اللہ کرے ایسا نہ ہو، لیکن اگر حالات تمہیں ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کر دیں تو جان دے دینا مگر باوفا نبی اکرم ﷺ سے دنیا کی عارضی تکلیف پر بے وفائی نہ کرنا اور اپنے عقیدہ پر جمے رہنا، یہاں تک کہ موت تمہیں دنیا کی ان عارضی چیزوں سے بچا کر اللہ کریم کی دائمی نعمتوں والی جنت میں داخل کر دے۔“

www.kitabosunnat.com
” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

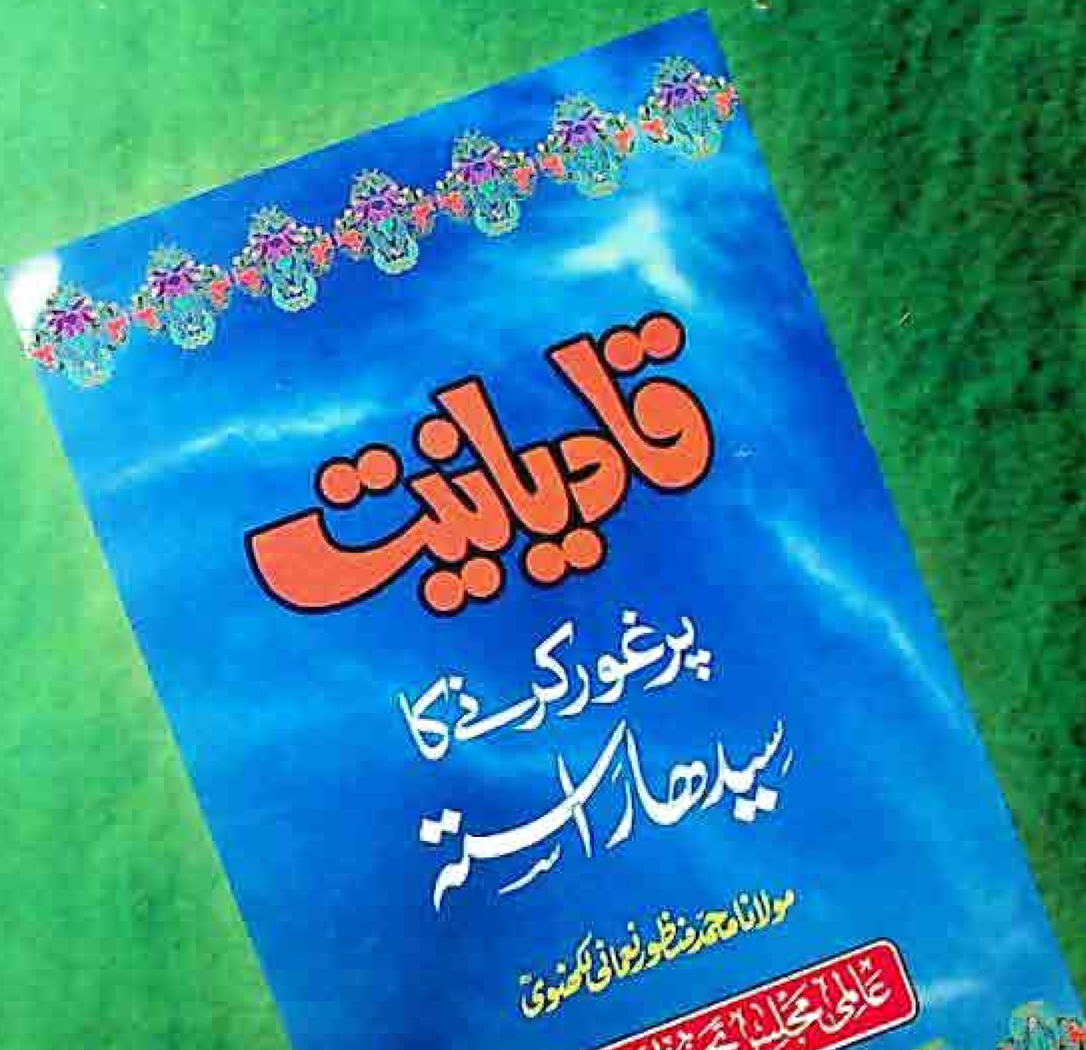

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان - فون : 061-4783486